ماہنامہ

# پیام عرفات

رائے بریلی

نقشوں کو تم نہ جانچو......

قائدین عرب کے نام......

الاخوان المسلمون......

لفظوں کے بجائے زندگی بولے......

اخبار و رسائل......

مصر- اسلامیت اور مغربیت کا تصادم......

اللہ کے لیے......


مرکز الإمام أبي الحسن الندوي

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

# فقهی تقلید

ضرورت تقلید اور وجود تقلید پر اب تک بیسیوں کتابیں لکھیں جا چکی ہیں اور دوسری طرف انکار پر بھی بیسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لیکن مناظرہ ومجادلہ کو چھوڑ کر اگر محض سمجھنا مقصود ہے تو بات بالکل صاف اور سیدھی ہے جس پر نہ کسی مفصل بحث کی حاجت اور نہ کسی طویل مقالہ کی ضرورت، مسلمانوں کے لیے احکام شریعت کی اصل دلیل ظاہر ہے کہ صرف کلام مجید ہے اور اس کے بعد اس کی تشریح وتفصیل، سنت رسول کے ذریعہ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص نہ سارے کلام مجید اور دفتر احادیث پر عبور رکھ سکتا ہے نہ ان سے بے شمار جزئیات کا روزانہ ضروریات کے لیے استنباط کر سکتا ہے، ایسی حالت میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ عامی عالم کو، ناواقف واقف کار کو دلیل راہ بنائے گا، اور اس کے بتانے پر اعتماد کرے گا، اسی کا نام تقلید ہے اور اس پر انسان مجبور ہے۔

مقلدین اور اصحاب الرائے کا باضابطہ گروہ تو بعد کو بنا، خود عہد صحابہ کرام میں یہ حال تھا کہ تمام صحابہ علم ونظر، واقفیت ومعلومات میں ایک دوسرے کے مساوی نہ تھے ممتاز ترین صحابہ کے درمیان بھی اس حیثیت سے فرق مراتب تھا، صحاح ستہ میں متعدد روایات اس مضمون کی ملتی ہیں کہ فلاں صحابی کو فلاں مسئلہ سے متعلق کوئی حکم معلوم نہ تھا، انہوں نے دوسرے صحابیؓ سے دریافت کیا اور جواب پانے پر محض ان کے قول پر عمل شروع کر دیا بغیر اس تحقیق کے کہ اس جواب کا ماخذ کیا ہے، اور عہد تابعین میں تو اس کی مثالیں اور بھی کثرت سے ملتی ہیں کہ تابعی نے محض کسی صحابیؓ کے قول کو سند قرار دے دیا ہے، جب کبھی کسی بھی قول کو تسلیم کیا جائے گا تو اسی حسن ظن اور اسی اعتماد کی بناء پر کہ اس قول کا پیش کرنے والا، صاحب دیانت ہے اور کتاب وسنت کا علم رکھنے والا، اس اعتماد اور حسن ظن کے بغیر دنیا کے علوم وفنون کے کسی شعبہ میں بھی چارہ نہیں، اس سے کسی طبقہ انسانی کو مفر نہیں، اصطلاح میں اسی فطری اور ناگزیر ضرورت کا نام یعنی بلا مطالبہ دلیل، اعتماد وحسن ظن کی بناء پر کسی عالم متدین کے قول کو مان لینے کا نام تقلید ہے۔

تقلید اس مطلق اور عمومی صورت میں ایک بالکل صاف اور واضح مسئلہ ہے، اب گفتگو صرف اس میں رہ جاتی ہے تقلید سے تقلید شخصی کیوں لازم آتی ہے؟ بجائے کسی ایک امام مخصوص ومعین ماننے کے یہ بھی تو تقلید ہی ہے کہ کسی مسئلہ میں ایک مجتہد کے فتوے پر عمل کر لیا اور کسی مسئلہ میں کسی دوسرے امام کے قول کو لے لیا سوال، غور وتجربہ سے قبل جس قدر آسان معلوم ہوتا ہے اتنی آسانی غور وتجربہ کے بعد باقی نہیں رہتی، بالکل غیر متعین تقلید، انتشار، بدنظمی کے مترادف ہے، نفس بشری، ہر شئ میں آسانی اور ہر مسئلہ میں سہولت ڈھونڈھتا ہے، تحقیق مسائل اور احکام حقیقی کی دریافت سے بجز چند تشتگان معرفت کے اور کسی کو واسطہ نہیں ہوتا۔ بے قیدی کا لازمی نتیجہ عموماً کہ جس کو جہاں جہاں سے موافقت نفس بہم پہنچ سکے گی بس وہیں سے حصول فتوی کی تلاش رہے گی۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوگا کہ مانا تقلید بھی ضروری اور تقلید مذہب معین بھی ضروری لیکن ان منصب اجتہاد کا حصر، صرف چار مشہور ائمہ کے ساتھ کر دینا کہاں سے ضروری ہو گیا؟ کیوں نہ اس پایہ کے دوسرے اکابر علماء کو بھی ائمہ مجتہدین کے مرتبہ پر رکھا جائے اور ان کے فتاوے کی تقلید کو بھی یہی درجہ دیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن ماہرین فن شریعت کی دیانت وثقاہت، وسعت علم وتبحر اور دقت نظر مسلم ہے، ان میں سے کسی نے نہ اپنے فقہ اور استنباط مسائل کے اصول اس جامعیت کے ساتھ مرتب کیے اور نہ اپنی فقہ کا کوئی مکمل نظام ان جزئیات وتفصیلات کے ساتھ مدون کر کے چھوڑا، امت کے سامنے مکمل ومرتب نظامات فقہ اب تک صرف یہی چار (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) ہیں اس لیے ضروریات کا حل تو بس انہیں ائمہ اربعہ کی فقہ میں ملتا ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ

(تقلید اور حدود تقلید ص ۸ تا ۱۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

ماہنامہ

# پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی
دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)
www.abulhasanalinadwi.org

**سرپرست:** حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ (صدر، دارعرفات)

**نگراں:** مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہٗ (جنرل سکریٹری، دارعرفات)

**مجلس ادارت**

بلال عبدالحی حسنی ندوی | مفتی راشد حسین ندوی | عبدالسبحان ناخدا ندوی
محمود حسن حسنی ندوی | محمد حسن ندوی

**معاون ادارت**

محمد نفیس خاں ندوی

اپریل ۲۰۱۴ء

جلد نمبر: ۶ ✿ شمارہ نمبر: ۴

## فہرس

نقشوں کو تم نہ جانچو ........ ۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی

لفظوں کے بجائے زندگی بولے ........ ۵
حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

ہندوستان میں معاشرتی تبدیلیاں-مضرات اور نتائج .. ۷
مولانا اسرارالحق قاسمی

اسلامی عقائد-قرآن وحدیث کی روشنی میں ........ ۹
بلال عبدالحی حسنی ندوی

وضو کے چند مسائل ........ ۱۱
مفتی راشد حسین ندوی

مادر رحم کی کرایہ داری ........ ۱۳
محمد احسن عبدالحق ندوی

اخبار ورسائل-برائے دلچسپی یا برائے علم ........ ۱۶
جناب ابوہاجر صاحب

علماء کی توہین سے بچیں ........ ۱۸
مصر-اسلامیت اور مغربیت کا تصادم ........ ۱۹
محمد نفیس خاں ندوی

اللہ کے لیے ........ ۲۰
ابوالعباس خاں

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر "پیام عرفات" مرکز الإمام أبي الحسن الندوي، دارعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔ Mail: markazulimam@gmail.com

فی شمارہ: ۱۰ روپے

سالانہ: ۱۰۰ روپے

# قائدینِ عرب کے نام ......

''میں دیکھ رہا ہوں کہ جزیرۃ العرب کی طرف ایسے خطرناک فتنے منہ پھیلائے ہوئے چلے آرہے ہیں جو رحم کرنا نہیں جانتے اور جن کے یہاں کسی کا استثناء نہیں۔ اور اب تو تمام عرب ممالک بلکہ اسلامی ممالک الا ماشاء اللہ اشتراکیت و کمیونزم کے تجربے سے گذرے ہیں اور فوجی حکام اور انقلابی رہنماؤں اور مطلق العنان لیڈروں کے رحم و کرم پر ہیں۔

عوام کے لیے اسباب عیش کی فراوانی اور ان کے جائز و ناجائز مطالبات کی تکمیل اور آرام و راحت کا ہر سامان مہیا کرنے کا تجربہ، بنوامیہ و بنوعباس سے لے کر آج تک کے جملہ اسلامی ممالک اور اسلام کی طویل تاریخ میں ناکام رہا ہے، اور یہ سیاست ہمیشہ ناکام رہی ہے جس میں یہ سمجھا گیا تھا کہ عوام کے اضطراب و بے چینی اور نوجوانوں کی حوصلہ مندی کو ملکی مسائل اور سیاسی حالات پر غور کرنے کے بجائے لذتوں اور مسرتوں اور زندگی کے لطف کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ اس سیاست نے کبھی قوموں کو شکر و احسان مندی اور قدردانی پر آمادہ نہیں کیا۔ ......... بلکہ ایسے لوگ پہلی فرصت میں بغاوت پر کمربستہ ہو گئے اور انہوں نے حکومتوں کا تختہ الٹ دیا۔ ......... یہ لذت کوش اور موقع پرست مادیت کی فطرت رہی ہے، جو دین کے مفہوم سے ناآشنا اور اخلاقی قدروں اور آخرت کے حساب کی منکر ہے۔ اور یہ ہر جگہ کی ایسی کہانی اور ایسا ڈرامہ ہے جو تاریخ کے تمام ادوار میں دہرایا گیا ہے۔ امویوں اور عباسیوں کے اخیر دور میں اور مشرقی اور مغربی حکومتوں کے ساتھ یہی ہوا۔ مصر و شام میں یہی ہوا۔ ماضی قریب میں عراق میں یہی کچھ ہو چکا ہے۔ اور سوڈان میں کچھ دنوں پہلے ہی انقلاب ہوا ہے۔ ان ملکوں میں رعایتوں اور سہولتوں اور عیش و آرام اور تفریح و دلبستگی کے اسباب کی فراوانی نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، عوام نے ہر سر پھرے کو خوش آمدید کہا۔ اور پہلی فرصت میں انقلاب برپا کر دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان راسخ، اخلاقی پختگی و استقامت، زندگی میں میانہ روی اور اسباب معیشت میں زہد و قناعت اور (مختصر و واضح الفاظ میں) خوف خدا، حساب آخرت کا ڈر، شرم و حیا اور صدق و وفا ہی وہ صفات ہیں جو ناشکری و نافرمانی، مسلسل بے چینی، خیانت و غداری، چڑھتے سورج کی پوجا، ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ کر لپکنے سے روکتی ہیں۔ بہت ڈرتے ڈرتے یہ بات زبان سے نکال رہا ہوں کہ مقدسات اسلامیہ کو ان سرکش لہروں سے بچانے کی فرصت بہت کم رہ گئی ہے، جو غضبناک انداز میں اس کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ نیز اس کا پورا اندیشہ ہے کہ جزیرۃ العرب بھی ان انانیت پسند انقلابیوں کا صید زبوں اور لقمۂ تر بن جائے، جو ملک کو تباہ اور اسے دنیا و آخرت کی ہر نعمت سے محروم کر دیتے ہیں۔ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کہوں کہ یہ آخری فرصت و موقع ہے اور اس مملکت کا بالغ نظر حکمراں مہلت کی اس مختصر مدت اور اس خطرے کی شدت سے اچھی طرح واقف ہے، غیر معمولی حالات کا مقابلہ اس عام سیاست سے نہیں ہو سکتا جسے وہ تمام حکومتیں اپناتی رہی ہیں جو ان انقلابات کا شکار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان رسمی و روایتی طریقوں میں کوئی کامیابی نہیں رکھی ہے۔ اس لیے وہ کسی ملک میں انقلاب کی لہر کو نہیں روک سکے۔ اس نازک وقت میں تو فیصلہ کن اور جرأت مندانہ اقدامات اور بنیادی اصلاحات اور اللہ سے سچا عہد و پیمان ہی کام آ سکتا ہے۔''

---

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب امیدوں اور اندیشوں کے درمیان)

مدیر کے قلم سے

# نقشوں کو تم نہ جانچو

بلال عبدالحی حسنی ندوی

صورت اور حقیقت کا فرق سب جانتے ہیں، عجائب گھر میں سب طرح کے جانور ہوتے ہیں، لوگ ان کو دیکھتے ہیں، وہ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، ان کے اندر روح ہوتی ہے اور وہیں ایک حصہ مردہ عجائب گھر کا بھی ہوتا ہے، وہاں مختلف جانور ہوتے ہیں، مگر روح سے خالی، ان کی کھالوں میں بھوسہ بھر کر اس طرح کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ حقیقت کا گمان ہوتا ہے مگر وہ صرف صورت یا مورت ہوتی ہے، ایک بچہ بھی اگر شیر کی مورت کو دھکا دے دے تو وہ خود اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتا۔

مسلمانوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو دنیا بھر میں دو طرح کے مسلمان نظر آتے ہیں، کچھ تو مسلمان وہ ہیں جن کے اندر اسلام کی حقیقت جلوہ گر نظر آتی ہے، وہ ایمان کی روح سے سرشار خود زندگی سے بھرپور اور دوسروں کو زندگی کا پیغام دینے والے ہوتے ہیں لیکن اکثریت آج ان مسلمانوں کی ہے جن کے نام مسلمانوں کے ہیں لیکن اندر ایمان کی رمق ڈھونڈھنا مشکل معلوم ہوتا ہے، ایک بڑے حکیم و عارف نے یہ بات کہی کہ نہ جانے کتنے غیر مسلم مسلمانوں کے نام سے مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن ہو رہے ہیں، کوئی نہیں جانتا یہ صرف مسلمان کی صورت یا مورت ہے جس کے اندر ذرا بھی ایمان کی روح باقی نہیں رہی۔

اس وقت ساری دنیا میں مسلمانوں کے انتشار کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، دنیا کے مختلف ملکوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان تہہ تیغ کیے جا رہے ہیں، دنیا مارنے والوں کو بھی مسلمان سمجھ رہی ہے اور جس کو مارا جا رہا ہے وہ بھی مسلمان سمجھے جا رہے ہیں، لیکن اگر حق تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو نظر یہ آتا ہے کہ یا تو مارنے والے مسلمان نہیں ہیں یا مارے جانے والے ایمان سے خالی ہیں۔

ایسی مثالیں بہت خال خال ہی ملیں گی کہ مارنے والے مسلمان ہوں، کسی پر ہاتھ اٹھانا مسلمان کا کام نہیں تاہم کبھی پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے اور ظالم جب انتہا پر پہنچنے لگتا ہے تو آپریشن کی ضرورت بھی پڑتی ہے، لیکن ساری دنیا میں اس وقت وہ مسلمان مارے جا رہے ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہے اور صرف اس لیے مارے جا رہے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں، وہ اپنے اندر ایمانی حمیت رکھتے ہیں، اللہ کا خوف رکھتے ہیں اور دنیا میں وہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا چاہتے ہیں، جو گذشتہ قوموں میں ہوتا چلا آیا ہے آج وہی مختلف شکلوں میں نظر آ رہا ہے جو نبیوں اور نبیوں کے ماننے والوں کی زبانی قرآن نے نقل کیا ہے: ﴿وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا﴾ (الاعراف:۱۲۶)
(اور آپ ہم سے صرف اس لیے بیر رکھتے ہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے پاس پہنچیں تو ہم نے ان کو مان لیا)

مصر و شام اس وقت خونریزی کی بڑے مرکز بنے ہوئے ہیں اور دونوں جگہ نام نہاد مسلمان-مسلمانوں ہی کا خون اس بے دردی سے بہا رہے ہیں کہ شاید کوئی اور ہوتا تو سوچتا لیکن یہ اسلام دشمن طاقتوں کے نمائندے بن کر سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہیں، یہی وجہ ہے کہ عالمی تنظیمیں خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہیں، ہزاروں انسان مصر میں قتل کر دیے گئے، جمہوریت کا گلہ جس انداز سے وہاں گھونٹا گیا اس کی مثال ملنی مشکل ہے، اس کا دسواں اور بیسواں حصہ بھی اگر کہیں اور اختیار کیا جاتا تو شاید دنیا چیخ پڑتی، لیکن نہ جانے کتنے بے حمیت ہیں جو ایسے ظالموں کی مدد کرنے کو تیار ہیں، دنیا کے قانون کے اعتبار سے بھی اگر غور کیا جائے تو صاف اس کی دھجیاں بکھرتی ہوئی نظر آتی ہیں مگر اس قانون کے ماننے والوں کے کانوں پہ جوں تک نہیں رینگتی!

ہر جگہ دوغلا پن نظر آتا ہے اور سب کچھ یہودی ذہن رکھنے والی مسیحیت کی پلاننگ ہے اور اس کے لیے نام کے مسلمان آلہ کار بنے ہوئے ہیں جن کے دلوں سے ایمان نکل چکا ہے۔

’’کروفر‘‘ (Krofer) نے تقریباً ایک صدی پہلے یہ بات اپنے مبلغین سے کہی تھی کہ مسلمانوں کو مسیحی بنانے کی ضرورت نہیں، وہ اس قابل بھی نہیں، ہاں! کام یہ کرنا ہے کہ ان کے دلوں سے اسلام کھرچ کھرچ کر نکال دیا جائے، وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں، پھر وہ ہمارے کام کے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف یہ پلاننگ جو کی گئی تھی اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں، اس کا حل صرف یہ نہیں کہ غم وغصہ کا اظہار کر دیا جائے، بلکہ اس کا اصل حل یہ ہے کہ ایک طرف نئی نسل کی رہنمائی کی فکر کی جائے خاص طور پر جو طبقہ پڑھا لکھا سمجھا جاتا ہے اور قیادت اسی کے ہاتھ میں آتی ہے اس طبقہ پر محنت کی جائے، ان کی ذہن سازی ہو اور دوسری طرف دعاؤں کا اہتمام کیا جائے، یہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے کا بڑا ذریعہ اور سخت حالات میں ایمان والوں کا بڑا ہتھیار ہے، مگر ظاہری دعا کے ساتھ دوا کی بھی ضرورت ہے!

ایک طویل عرصہ تک اس کے لیے مسلسل محنت کرنی پڑے گی، جب صورت حقیقت میں بدلے گی تو حالات کچھ اور ہوں گے، عروج وزوال کی داستان میں تاریخ کے حصہ میں نہ کسی کے لیے ہمیشہ کا عروج ہے اور نہ ہمیشہ کا زوال: ﴿وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۴۰) (اور یہ (آتے جاتے) دن ہم لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں)۔

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

# الاخوان المسلمون

’’الاخوان المسلمون‘‘ کو شروع سے آخر تک رجعت پسند سمجھ لینا ہمارے نزدیک غلط ہوگا کیونکہ اس میں عدل اور انسان دوستی کی بنیادوں پر ایک جدید سوسائٹی قائم کرنے کی قابل تعریف تعمیری کوشش بھی شامل ہے، جو قدیم روایات کی بہترین اقدار سے ماخوذ ہے، وہ جزوی طور پر ایک ایسی قوت فیصلہ کی حامل ہے جو اس زوال وپستی کا خاتمہ کر سکتی ہے، جہاں عرب سوسائٹی پہنچ چکی ہے، ایک مکمل غیر منظم اجتماعی موقع پرستی جو شخصی بے عنوانی اور بد دیانتی کے ساتھ وابستہ ہے وہ سوسائٹی کی ان بنیادوں کی طرف واپس لوٹنا چاہتی ہے، جو متفقہ ومسلمہ اخلاقی اقدار اور متوازن وہم آہنگ نقطہ نظر پر قائم ہیں اور ایسا عملی پروگرام پیش کرنا چاہتی ہے جس کے ذریعہ پسندیدہ مقاصد کو زیادہ منظم، زیادہ باضابطہ اور پُر جوش عینیت پرستوں Idealists کے ہاتھوں عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اس فیصلہ کی بھی حامل ہے جس کے ذریعہ وہ ایک ناقابل فہم اور ناقابل عمل جامد اور خالص روحانی معیار کی غیر عملی تعظیم وعقیدت کا خاتمہ کر سکتی ہے، وہ اسلام کو خالص بے حس اور مردہ عقیدتمندوں اور پرستاروں کی جذباتی گرم جوشی یا پیشہ ور روایت پرستوں کے فرسودہ دائرۂ عمل سے جو اپنے خیال وعمل میں ماضی سے وابستہ ہیں، ایک ابھرتی ہوئی قوت میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جو جدید مسائل پر اپنا عمل کر سکے۔

یہ بہت اہم تبدیلیاں ہیں جن کے بغیر یا ان چیزوں کے بغیر جو ان کی قائم مقام ہو سکتی ہوں ہمارے نزدیک عرب سوسائٹی کسی حالت میں ترقی نہیں کر سکتی، بغیر کسی متفقہ اخلاقی قوت اور ابھارنے والی طاقت کے اور بغیر کسی اندرونی موثر تحریک کے جو ٹھوس مواقع تک پہنچا سکے، بہتر سے بہتر معاشرتی یا قومی، پروگرام بھی محض کاغذ کی زینت رہے گا، اور عرب سوسائٹی کی روحانی پسپائی بدستور جاری رہے گی، اخوان کی اپیل میں معاشرہ کے اکثر مسائل کا برمحل جواب پوشیدہ ہے، جب تک کوئی دوسرا گروہ ان مسائل سے نمٹنے کی نسبتاً زیادہ طاقت ورخواہش اور جذبے کے ساتھ سامنے نہ آئے، یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ اخوان کی تحریک باوجود ظلم واستبداد کے زندہ رہے گی، اب تک کمیونسٹوں کو چھوڑ کر اخوان وہ واحد جماعت ہیں جنہوں نے ایک ایسا نصب العین پیش کیا ہے، جو زبانی عقیدت مندی سے آگے بڑھ کر زیادہ بڑے پیمانے پر تعاون حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔‘‘

پروفیسر اسمتھ (W.C.Smith)

(مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش)

# لفظوں کے بجائے زندگی بولے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

اسلامی کاز کے دو وسیع میدان ہیں، اول ان تمام چیزوں کی تبلیغ جن سے لوگوں کا واقف ہونا ضروری ہے، ثانی بدعنوانی اور انحراف کی صورت حال کو ممکنہ وسائل کے ذریعہ عدل وانصاف خیر خواہی واستقامت میں تبدیل کرنے کی مخلصانہ جدوجہد، بسا اوقات یہ دونوں میدان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر باہم مل جاتے ہیں اور کبھی جدا جدا، لیکن بقدر ضرورت ہر میدان کا حق ادا کرنا ضروری ہے، اور اس کیفیت کے ساتھ جس کو اسلام کو مشروع و مستحسن اور بندوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے لوگوں کے لیے جائز گردانا ہے، حالانکہ ہر میدان کو اس کا حق دینے اور ہر ایک کو اس کے صحیح مقام پر استعمال کرنے میں اکثر کوتاہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسلام کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں غلط تصویر آتی ہے اور اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے صحیح طریقے کے مطابق حقوق کی ادائیگی میں نقص اور خلل پیدا ہو جاتا ہے، یہ ہر مسلمان کہتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی شریعت اسلامی کے مطابق ہو جائے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے ذہن میں یہ عظیم مقصد موجزن ہے لیکن اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے جو کوششیں جاری ہیں بسا اوقات وہ اس عمل کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتیں بلکہ صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی نظر آتی ہیں، اس لیے اس عمل کا اصل مقصد لوگوں کے پاس حق کا پیغام پہنچا کر ان کو مطمئن کرنے کی بھر پور کوشش کرنا اور ان کے نظریات کو درست کرنا اور اسلام کے حق میں خوشگوار فضا ہموار کرنا ہے۔

افسوس ہے کہ ہمیں اس میدان میں ایک بہت بڑا خلا نظر آتا ہے، اور جب اس میدان میں بے اعتنائی سے کام لیا جاتا ہے تو پھر بیشتر حالات میں ساری کوششیں کھوکھلا نعرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ شور وشغب اور نعرہ بازیوں کا بھی دل ودماغ پر ایک اثر پڑتا ہے لیکن محض نعروں کے ذریعہ سیل مخالف کو روکا نہیں جاسکتا بلکہ اسلام کی حقیقت کو واضح اور زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں اس کی صلاحیت ولیاقت پر اطمینان کامل ہی کے ذریعہ اس سیل رواں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے، لیکن اطمینان پیدا کرنے کی یہ صلاحیت ذہنوں اور عقلوں تک لے جانے والے راستے اور تعلیم و تربیت کے حکیمانہ ودانش مندانہ طریقے اپنا کر ہی حاصل ہوسکتی ہے یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے، کہ مسلمان عام طور پر اس میدان میں پیچھے رہ گئے بلکہ مسلمان ان دونوں میدانوں میں کسی اہم اقدام سے غافل ہیں جب تک زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہماری اسلامی غیرت وحمیت اور اسلامی حقانیت پر ہمارے اعتقاد کے باوجود صرف زبردست مظاہروں اور جذباتی سرگرمیوں اور غیر منصوبہ بند کوششوں پر انحصار ہے اس وقت تک ہماری کامیابی محدود اور غیر معیاری انداز میں اپنوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور ایسی صورت میں اسلام کی افادیت سمٹ کر رہ جائے گی، اور بیشتر حالات میں خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکے گا اس لیے کہ اپنوں کی ہمنوائی تو حاصل ہی ہے ان کی طرف سے ہمارے خلاف کوئی یلغار نہیں حملے تو غیروں کی طرف سے ہیں لہٰذا ہمیں غور اس بات پر کرنا ہوگا کہ ہم نے ان کے مقابلے کے لیے کس قدر تیاری کی ہے، کیا ہم نے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کا کوئی مناسب اقدام کیا ہے جو اسلام کے متعلق ان کے ذہنوں میں جڑ پکڑ چکی ہیں کیا ہم نے اپنے سے قریب کرنے میں ان کی نفسیاتی الجھنوں کو دور کیا ہے کیا ہم نے ان کے سامنے اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے اخلاق کریمانہ کا کوئی اعلی نمونہ پیش کیا ہے؟

جب ہم اس میدان میں اپنی کوشش کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارا عمل تقریباً صفر نظر آتا ہے اس حقیقت سے واقفیت کے لیے ہمیں بہت دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ جب ہم کسی بھی ملک جا کر وہاں کسی پبلک لائبریری یا بک اسٹال کا جائزہ لیتے ہیں تو وہاں ہمیں

اسلام کے متعلق کوئی قیمتی ذخیرہ دیکھنے کونہیں ملتا البتہ پورا کتب خانہ ایسے لٹریچر سے بھرا ہوا نظر آتا ہے جو اسلام کو بگاڑنے اور قاری کو اسلام سے متنفر کرنے میں ایک کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔

دشمنان اسلام کا تو شکوہ ہی کیا وہ تو اپنی خامہ فرسائی میں آزاد ہیں البتہ ذرا خود مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجئے کیا ان کی طرف سے ایسی کتابیں وجود میں آتی ہیں جن سے اسلام کی ایسی تصویر سامنے آتی ہو جس سے اسلام کے بارے میں یہ تصور پیدا ہو کہ وہ ایک صاف ستھرا تعمیری مذہب ہے جو انسانیت کو تباہی سے بچانے مین اپنا نمایاں کردار رکھتا ہے یہ خلا کیوں ہے؟ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ صلحاء امت دوسری زبانوں سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے؟ یا معمولی اور سطحی زبان جانتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں اس لیے کہ مسلمانوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو دوسری زبانوں میں لکھنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں آخران حضرات کی کوششیں کس میدان میں صرف ہو رہی ہیں ایسی مؤثر زبان واسلوب میں اپنی نگارشات وتحقیقات کیوں نہیں پیش کرتے جس سے اسلام کے متعلق غیروں کی غلط فہمیاں دور ہوں اور اسلام کے بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بدل جائے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھی گئی اکثر کتابیں ان مستشرقین کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں جن کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید ردعمل پایا جاتا ہے، یا مغربی اہل دانش کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے مصنفین کے افکار کا ثمرہ ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی حقیقت سے بالکل ناآشنا ہیں، ان لوگوں کا الزام ہے اسلام زور وزبردستی اور جبر واکراہ سے پھیلا ہے، جس کا اصل مقصد اقتصادی اور قومی مہم جوئی تھا اگر وہ مسلمانوں کے اخلاق کی ترجمانی بھی کرتے ہیں تو ان کو قبائلی خودستائی اور جنسی خواہشات کی تسکین کی فکر وجستجو میں سرگرداں ہونے کا نشانہ بناتے ہیں پوری دنیا میں ہمارے دشمنوں اور حریفوں کی نظر میں مسلمانوں کے اخلاق کے یہی معنی ہیں دشمنان اسلام کے ادباء ومفکرین نے انہیں پہلوؤں کو موضوع سخن بنایا ہے، اور ان اختراعی پہلوؤں کو انہون نے اپنی ادبی تصنیفات اور اجتماعی اور انسانی علوم کی کتابوں میں درج کیا ہے یہی کتابیں یونیورسٹیوں کالجوں اور مدارس میں داخل نصاب ہیں اور یہی کتابیں محققین کا مرجع ہیں ایک محقق ریسرچ اسکالر اور اکثر مقامات پر فرزندان اسلام کا اعتماد بھی انہیں تصنیفات پر ہے اور ہم عرصۂ دراز تک ان تمام چیزوں سے غافل وناواقف خواب خرگوش میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا، اور موقع ہاتھ سے جاتا رہا، اور جب خواب غفلت سے بیدار ہوئے تو اپنے حریفوں اور دشمنوں کے خلاف طعنہ زنی وسب وشتم میں مبتلا ہو گئے، ہمارے اس طرز سے دشمن کے عناد وغضب کی آگ اور بھڑک اٹھی اس کی نفرت بڑھ گئی اور ان سرگرمیوں کو دیکھ کر دشمنوں نے حمیت اسلامی کی طاقت کو توڑ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

عہد اول میں مسلمان عرب شمع ہدایت تھے کسی بھی غرض سے وہ کہیں جاتے تو وہاں کے لوگوں کے اخلاق پر ان کے اخلاق کا گہرا اثر پڑتا، ان کو دیکھ کر لوگوں کے ذہن بدل جاتے ملک کو فتح کرنے سے پہلے وہاں کے باشندوں کے دلوں کو جیت لینا ان کا امتیاز تھا، جس کو بھی ان سے ملاقات یا ان کے ساتھ رہنے کا موقع مل جاتا وہ ان گرویدہ ہو جاتا تھا جب وہ مشرق بعید پہنچے تو وہاں کے لوگ ان کے کردار کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور ملک فتح کرنے کے لیے ان کو کسی قسم کے اسلحہ کی ضرورت پیش نہیں آئی ملیشیا، انڈونیشیا، چین کے علاقے اور ہندوستان کے ساحلی علاقوں کی تاریخ میں کہیں اس بات کا تذکرہ نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ جہاد وقتال کر کے تلوار کے حملے سے ان کو اسلام مین داخل کیا ہو بلکہ ان کے کردار کی پختگی اور شیریں گفتاری نے یہاں کے لوگوں کے دل موہ لیے اور وہ برضا ورغبت اسلام کی گود مین داخل ہو گئے۔

آج مسلمانوں کی زندگی کی جو تصویر غیروں کے سامنے آرہی ہے اس سے تو مسلمانوں سے نفرت اور اسلام سے بیزاری میں اضافہ ہو رہا ہے، ان کی ذہنی الجھنیں اسلام کے تعلق سے بڑھ رہی ہیں مزید برآں غیر مسلم ممالک میں اسلام کا صحیح نظریہ رکھنے والے اور علم وادب کے ایسے ماہرین ناپید ہیں جو اپنی مومنانہ خصوصیات وصفات سے ان کے ذہنوں کا رخ بدل سکیں، رجحانات ونظریات کی اصلاح کے لیے تعلیم وتبلیغ کے جدید طریقے اختیار کریں تحقیقی مضامین تیار کریں اور ایسے ادب کو جنم دیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ایک صحیح اور سنجیدہ تصور قائم ہو سکے اس کام کے لیے ہمیں انہیں کی زبان استعمال کرنی ہوگی جو ہمارے مخاطب ہیں.......... (باقی صفحہ ۱۰/پر)

# ہندوستان میں معاشرتی تبدیلیاں

## مضرات اور نتائج

مولانا اسرار الحق قاسمی

ہمارے ملک میں کئی سطح پر تیزی کے ساتھ تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں، ان میں خاص طور سے معاشرتی سطح پر تبدیلی کی رفتار زیادہ تیز نظر آرہی ہے، شہری علاقے ہوں یا دیہی علاقے سبھی جگہ تبدیلیوں کے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں، جو چیزیں پہلے شہری سوسائٹیوں میں ہوتی ہیں اب وہ کچھ ہی وقت کے بعد قصبات اور گاؤں میں بھی دکھائی دیتی ہیں مثلا لباس کی جونئی شکلیں شہروں میں سامنے آتی ہیں، وہ چند مہینوں کے بعد ہی قصبوں اور گاؤوں میں بھی خوب دکھائی دیتی ہیں، اسی طرح معاشرتی سطح پر جس نوعیت کے واقعات شہری آبادی میں رونما ہوتے ہیں وہ کچھ وقت کے بعد دیہی آبادیوں میں بھی ہونے لگتے ہیں، ٹی وی چینلوں پر نشر ہونے والے معاشرے سے جڑے ہوئے جن پروگراموں کو آج شہروں میں مقبولیت حاصل ہے، ان پروگراموں کو دیہات میں بھی خوب پزیرائی حاصل ہو رہی ہے، اسی طرح جس طرح کی سماجی برائیاں آج ہمیں شہروں اور ایڈوانس سمجھے جانے والے مقامات پر نظر آرہی ہیں، اب ان کی جھلکیاں عام مقامات پر بھی دکھائی دے رہی ہیں، اجنبی لڑکو لڑکیوں کے مابین دوستی اور پھر ان کے مابین شادی کے واقعات تقریباً ملک کے ہر صوبے میں سامنے آرہے ہیں، جس طرح ریپ کے واقعات ماڈرن علاقوں میں آئے دن ہوتے ہیں اسی طرح پس ماندہ سمجھے جانے والی جگھوں پر بھی کثرت سے اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں شادیاں تقریباً ہندوستان کے ہر خطہ میں مسئلہ بنی ہوئی ہیں، جہیز کی مار سے ملک کے تمام طبقات پریشان ہیں، جرائم کی وارداتیں ہر جگہ انجام دی جارہی ہیں گویا کہ پورے ہندوستان میں معاشرتی سطح پر تبدیلی کی لہر آئی ہوئی ہے۔

ایسی صورت میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً معاشرتی سطح پر جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں کیا وہ واقعی ہندوستانی عوام کے لیے بہتر ہیں؟ کیا ہندوستان کی بدلتی معاشرتی اقدار آنے والی نسلوں کے لیے سودمند ہوگی؟ کیا ہندوستان کا قدیم سماج فرسودہ ہو چکا ہے؟ کیا انسانی قدریں بدل چکی ہیں؟ کیا معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں سے ہندوستانی عوام کی زندگی الجھ نہیں جائیں گی؟ کیا معاشرتی تبدیلیاں ملک کے عوام کو مسائل سے نجات دلانے والی ہیں یا انہیں مزید مسائل کی بھنور میں غرقاب کرنے والی ہیں؟ یہ تمام سوالات قابل غور ہیں، انہیں نظر انداز کرنا، ملک وقوم کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشرتی سطح پر جو تبدیلیاں دیکھنے میں آرہی ہیں وہ نفع بخش کم اور ضرر رساں زیادہ ثابت ہو رہی ہیں، مثلاً ہمارے ملکی معاشرے میں ایک نئی بات یہ سامنے آرہی ہے کہ خواتین کو زیادہ سے زیادہ آزاد بنانے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے، بازاروں، پارکوں، کلبوں، دفتروں، تفریح گاہوں، فلموں سیریلوں اور غیر مہذب پروگراموں میں ان کی شمولیت اب بالکل عام ہوگئی ہے، اگر کلبوں، تفریح گاہوں، فلموں، اور پروگراموں میں عورتیں نہیں ہوتیں ہیں تو انہیں ناقص تصور کیا جاتا ہے، عجیب معاملہ تو یہ ہے کہ غیر مردوں وغیر عورتوں کے درمیان اختلاط اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ اب اسے کوئی عیب کی بات نہیں سمجھا جاتا، دفتروں میں عورتیں غیر مروں سے لایعنی باتیں کرتے ہوئے نظر آتی ہیں، پارکوں میں خواتین غیر مردوں کی باہوں میں باہیں ڈال کر گھومتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، بازاروں میں بے حجابانہ خرید وفروخت بھی عام بات بن گئی ہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بہت سی خواتین فیشن کے ملبوسات میں ہوتی ہیں اور صنف مخالف میں جنسی ہیجان برپا کرنے والے انتہائی چست کپڑے پہننے سے بھی گریز نہیں کرتیں، اس صورت حال کو کسی بھی لحاظ سے ہندوستانی سماج کے لیے مناسب نہیں کہا جا سکتا، یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ اسے روشن خیالی کہتے ہیں اور اسے صنف نازک کی ترقی سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح

کے حالات سے معاشرے میں بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور عورتیں غیر محفوظ ہوتی جا رہی ہیں۔

کسی بھی دن کا کوئی کا کوئی بھی اخبار اٹھا کر دیکھ لیجئے، اس میں ریپ اور جنسی استحصال کے متعدد واقعات پڑھنے کو مل جائیں گے جب کہ چند فیصد واقعات ہی پریس میں آتے ہیں ورنہ روزمرہ کتنے واقعات ایسے ہوتے ہیں جو منظر عام پر نہیں آتے اور انہیں مخفی رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، تھانوں میں بھی ہر واقعہ نہیں لے جایا جاتا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواتین کے موجودہ رہن سہن نے انہیں کتنا غیر محفوظ بنا دیا ہے؟ چند دہائیوں قبل ہندوستان میں ایسے حالات نہ تھے آج کے مقابلہ میں نا کے برابر ریپ یا زنا کے واقعات سامنے آتے تھے، کیونکہ اس وقت عورتیں احتیاط کے ساتھ گھروں سے باہر نکلتی تھیں نہ وہ اتنا فیشن کرتی تھیں اور نہ اس فیشن کو دکھاتی پھرتی تھیں، نہ وہ غیر مردوں سے بے حجابانہ باتیں کرتی تھیں اور نہ ان کے ساتھ ٹہلتی گھومتی پھرتی تھیں، گویا کہ احتیاط نے انہیں محفوظ بنایا ہوا تھا مگر اب خواتین اپنے تحفظ کے لیے اس پہلو پر غور کرتی ہوئی کم نظر آ رہی ہیں، گزشتہ ایک سال قبل ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں ۲۳ / سالہ لڑکی کے ساتھ جو گینگ ریپ کا معاملہ سامنے آیا اس کے بعد سے خواتین کے تحفظ کے تعلق سے بہت سے مظاہرے کئے گئے، آئے دن ہونے والے عصمت دری کے واقعات کو روکنے کے لیے مختلف قسم کی تجویزیں پیش کی گئیں مگر اس پہلو پر توجہ کم رہی کہ خواتین کو خود زیادہ احتیاط کرنی چاہیے، حالات کا تقاضہ ہے کہ خواتین بے ضرورت زیادہ گھروں سے باہر نہ نکلیں، ایسے لباس نہ پہنیں جو صنف مخالف کے خواہشات کو ابھارنے والے ہوں غیر مردوں کے ساتھ تعلقات نہ بڑھائیں، بے حجابانہ انداز اختیار نہ کریں، اگر ملک کی تمام خواتین اپنے رہن سہن میں ان چیزوں کو لے آئیں تو یقیناً جنسی استحصال کے واقعات بہت کم ہو جائیں گے، اس کے علاوہ قانون کو سخت اور نافذ العمل بنانا اور پولس کو فعال بنانا بھی بہت ضروری ہے، اگر پولس مستعد ہو اور اپنے فرض منصبی کو پورا کرے تو بہت سی خواتین کی عصمتوں کا تحفظ کیا جا سکتا ہے، سخت قانون اور اس پر عمل یقیناً ایسے عناصر پر لگام لگا سکتا ہے، جو ہر طرح کے خوف سے لاپرواہ ہو کر دوسروں کی زندگی سے کھلواڑ کرتے ہیں۔

ہندوستانی سماج میں مغربی تہذیب کے اثرات بھی بڑھتے جا رہے ہیں، المیہ یہ ہے کہ اب مغربی تہذیب کی ہر شئے کو اپنانے کو گویا ہمارے سماج میں ایک ہوڑ سی دکھائی دے رہی ہے، یہاں تک کہ وہ چیزیں جو انسانیت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہیں انہیں بھی اختیار کیا جا رہا ہے، مغربی تہذیب کے بہت سے پہلو انسانی قدروں کے منافی ہیں مگر اب ہمارے معاشرے کے بہت سے لوگ ان سے بھی گریز نہیں کر رہے ہیں، نتیجہ یہ کہ معاشرے میں جرائم کا گراف بڑھ رہا ہے، مجرمین کی بھیڑ سے جیلیں بھری پڑی ہیں، خلق خدا کی بڑی تعداد جرائم پیشہ افراد کے مظالم کو برداشت کر رہی ہیں، معاشرتی سطح پر ہونے والی ان تبدیلیوں کے نتیجہ میں اگر جرائم پیشہ لوگوں کی تعداد بڑھتی ہے تو کیا یہ ملک اور عوام کے لیے مناسب ہے؟ کیا ہمیں ایسا ہی معاشرہ چاہیئے؟

حیران کن امر یہ ہے کہ معاشرتی سطح پر ایسی تبدیلیاں جو موجودہ نسل کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں انہیں روکنے کی خاطر خواہ کوشش نہیں کی جا رہی ہے، ٹی وی چینل بہت سے ایسے پروگرام نشر کرتے ہیں جو نوجوان نسل پر اچھے اثرات نہیں چھوڑتے، جو ان کی خواہشات کو ابھارتے ہیں، جو ان کی ہوس اور مفاد پرستی کے جراثیم پیدا کرتے ہیں، جو انہیں جرائم کی وادیوں میں ڈھکیلتے ہیں، جو انہیں جابر اور عریاں اقدار کی طرف مائل کرتے ہیں، لیکن ان پر پابندیاں نہیں لگائی جاتیں، نشہ آور اشیاء کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، اور اس کے نتیجہ میں امراض و اموات کی تعداد بھی بڑھ رہی ہیں، کیا ہمیں ایسا معاشرہ چاہیئے جس میں لوگ شراب پی کر راستوں میں نالوں پر اوندھے منھ پڑے ہوئے ہوں، کیا ہمارے ملک کے لیے ایسی تبدیلی مضرت رساں نہیں ہے جس کے سبب بہت سے لوگ نشہ میں دھت ہو کر خواتین کو چھیڑیں، گھروں میں جا کر اپنی بیویوں اور بچوں کو پیٹیں؟

کیا ایسی تبدیلی ہمارے ملک کے لیے نقصان دہ نہیں ہے جس کے نتیجہ میں ملک کے طول و عرض کو ایڈس اپنی لپیٹ میں لے لے؟ ہمیں اپنے ملک اور سماج کو ایسی تبدیلیوں سے بچانا چاہیئے جو ملک میں بدامنی پھیلانے والی ہوں اور لوگوں کے سکون کو چھیننے والی ہوں!

گذشتہ سے پیوستہ

# اسلامی عقائد
## قرآن وحدیث کی روشنی میں

بلال عبدالحی حسنی ندوی

### اعمال عبادت

**سجدہ:** عبادت کے اعمال میں سجدہ اس کا بڑا مظہر ہے، یہ صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ کسی دوسرے کو سجدہ کرنا عمل شرک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (فصلت: ۳۷) (نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، اور سجدہ اللہ کو کرو جس نے ان کو پیدا کیا، اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ "وعن قیس بن سعد بن عبادة الانصاریؓ قال: أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فقلت: لرسول الله أحق أن يسجدوا له، فأتيت رسول الله ﷺ فقلت: إني أتيت الحيرة فرايتهم يسجدون لمرزبان لهم، فأنت أحق أن يسجد لك، فقال لي: أرايت لو مررت بقبري اكنت تسجد له؟ فقلت: لا، فقال: لا تفعلوا" (أبو داؤد) "میں حیرہ گیا وہاں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے چودھری کو سجدہ کرتے ہیں تو میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا، میں حیرہ گیا تو وہاں دیکھا کہ وہ لوگ اپنے چودھری کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کیا جائے تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گذرو تو کیا اس کو سجدہ کروگے؟ تو میں کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ایسا نہ کرو"۔

بہت سے ذہنوں میں یہ بات آتی ہے کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ نہ کراتے اور اسی طرح حضرت یعقوبؑ اور ان کے بیٹے حضرت یوسف کے آگے سجدہ میں نہ گر جاتے، یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے، گذشتہ حضرات انبیاء کی شریعتیں الگ تھیں، یہ امت صرف حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی پابند ہے، حضرت آدم کی شریعت میں بھائی بہن کی شادی جائز تھی، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کی شریعت کے بعض الگ احکام تھے، ان کے یہاں سجدہ تعظیمی کی اجازت تھی لیکن اس شریعت میں اللہ کے علاوہ کسی کے لیے سجدہ کی اجازت نہیں ہے، جیسا کہ اوپر آیت اور حدیث گذر چکی ہے، جو چیزیں شریعت محمدیؐ میں ممنوع اور حرام ہیں دوسری سابقہ شریعتوں سے استدلال کرکے ان پر عمل کرنا کھلی گمراہی ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی حق تلفی ہے۔

آنحضور ﷺ نے وفات سے دوتین روز پہلے یہ بات فرمائی تھی: "لعن الله اليهود و النصارىٰ اتخذوا قبور انبياء هم مساجد" (اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا)۔

آپ ﷺ نے اخیر میں یہ بات صراحت سے اسی لیے فرمائی کہ کہیں آنحضور ﷺ کی قبر اطہر کے ساتھ آپ ﷺ کے امتی وہی کام نہ کرنے لگیں جو دوسری امتوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ کیا۔

ظاہر ہے جب حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کے سامنے سجدہ ناجائز ہے تو کسی اور ولی کی قبر پر سجدہ کرنا کہاں جائز ہوسکتا ہے، یہ مشرکانہ عمل جو لعنت کا مستحق ہے، آج امت کا ایک طبقہ اس میں مبتلا ہے اور وہ اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی کھلی نافرمانی کررہا ہے۔

جس طرح قبر کو سجدہ کرنا عمل شرک ہے اسی طرح کسی زندہ انسان کو یا کسی بھی دوسری چیز کو سجدہ کرنا شرک کا عمل ہے، یہ مشرکانہ رسم بھی بعض علاقوں میں پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ اپنے پیر کو سجدہ کرتے ہیں، سجدہ کرنے والے کا بھی ایمان جاتا ہے اور سجدہ کرانے والے کا

بھی، اس لیے کہ یہ عمل عبادت ہے اور کسی عبادت کا عمل اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کیا جائے یہ شرک فی الالوہیت ہے، جس کو مٹانے کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ یہ سجدہ عبادت کے لیے نہیں بلکہ تعظیم کے لیے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مخلوق میں کون عظمت والا ہو سکتا ہے مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے امت کو اس سے منع فرمایا جیسا کہ اوپر حدیث میں گذر چکا، وہاں جس سجدہ کا ذکر تھا وہ سجدہ تعظیمی ہی تھا مگر اس سے امت کو روک دیا گیا، اسی لیے پوری امت اس پر متفق ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کے لیے بھی کسی بھی نوعیت کا سجدہ جائز نہیں ہے اور یہ مشرکانہ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً﴾ (الجن:۱۸) (اور یہ کہ سجدے سب اللہ ہی کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو)۔

سجدہ کے علاوہ کسی کے سامنے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی درست نہیں، ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من سره ان يتمثل له الرجال مقاماً فليتبوأ مقعده من النار" (جس کو یہ اچھا لگتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویر کی طرح کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ بھی پسند نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں امتیازی مقام پر تشریف فرما ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو جاتے اور صحابہؓ ان کے ارد گرد حلقہ بنا لیتے۔

## بقیہ: لفظوں کے بجائے زندگی بولے

......اسلام کے حامیوں اور حریفوں، اسلامی بیداری کو فروغ دینے والوں اور صہیونی اور نصرانی طاقتوں کے حاشیہ برداروں کے درمیان مشرق و مغرب میں جو خونریز معرکہ آرائی قائم ہے اس کا مقابلہ پوری ثبات قدمی کے ساتھ لازم ہے اس سلسلے میں ہرگز کوتاہی نہیں ہونی چاہیے غلبہ کے حصول کے لیے جان توڑ کوشش ضرور کرنا چاہئے لیکن یہ پورا ایک محاذ ہے اس کے ساتھ ان محاذوں پر کام کرنا بھی ضروری ہے جن کو ہم نے پس پشت ڈال دیا ہے اور آج تک ان سے غافل ہیں دعوت وتبلیغ اعلیٰ اخلاق اور حکمت وموعظت کے میدانوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے تاکہ اللہ رب العزت کے فرمان کی اتباع پورے طور پر ہو سکے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (نحل:۱۲۵) ''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے''۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ......﴾۔(توبہ:۶) اگر کوئی مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے۔

آگے بڑھنا ہے تو پھر سوچ لو راہیں اپنی
زندگی آج نئے موڑ پر آپہنچی ہے

## قوم کی تعمیر کا صبر آزما پہلو

اسلام میں بدر کا معرکہ جو تین سو تیرہ مسلمانوں کا کارنامہ ہے ہر وقت پیدا کیا جا سکتا تھا، مگر بدر کے وقوع کے لیے تیرہ برس کے انتظار کی ضرورت پیش آئی، اور جب تک ٹھونک بجا کر اور آزمائشوں کی آگ میں تپا کر ان کو دیکھ نہیں لیا گیا ان کو معرکوں میں نہیں لایا گیا، اس سے اندازہ ہوگا کہ جماعتوں کی تعمیر صرف ضد اور ہٹ، سب وشتم، طعن وطنز، شوروغل اور مختلف نعروں کے شعر پڑھنے اور چیخنے سے نہیں ہوتی، بلکہ مقصد کی بلندی، اس سے عشق نما وابستگی، اس کے حصول وبقا کے لیے اعلیٰ اخلاق، پختہ سیرت اور مضبوط کیریکٹر پیدا کرنا ضروری ہے۔ تاریخ میں بکثرت ایسی مثالیں ہیں کہ جماعت نے اپنے وحشیانہ جوش اور شجاعت سے کسی مقصد کو حاصل کر لیا، لیکن اس کی بقا کے لیے جو اخلاق وکریکٹر چاہیے اس کے نہ ہونے سے ان کے ہاتھ سے وہ مقصد بہت جلد کھو گیا۔ **علامہ سید سلیمان ندویؒ**

# وضو کے چند مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

حدیث شریف میں صراحت سے آیا ہے کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے: "مفتاح الجنة الصلوٰة و مفتاح الصلوٰة الطھور" اس حدیث سے صاف طور سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز طہارت کے بغیر درست نہیں ہوگی، طہارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا ہر طرح کی حکمی اور حقیقی نجاستوں سے پاک ہو، اس کا بدن، کپڑے اور جگہ ظاہری نجاست سے پاک ہوں، وہ جنابت اور اس جیسی چیزوں سے خالی ہو، نیز باوضو ہو۔

## وضو کے فرائض

قرآن مجید میں وضو کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَی الصَّلاۃِ فاغْسِلُواْ وُجُوھَکُمْ وَأَیْدِیَکُمْ إِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِکُمْ وَأَرْجُلَکُمْ إِلَی الْکَعْبَینِ﴾ (المائدۃ:۶) (اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھو لیا کرو)۔ اس آیت کریمہ میں چار چیزوں کا ذکر ہے اور یہ چاروں وضو میں فرض ہیں:

(۱) پورا چہرہ دھونا (۲) کہنیوں تک پورا ہاتھ دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) ٹخنوں تک دونوں پیر دھونا (ہندیہ:۱/۳-۴)

## وضو کی سنتیں

وضو کے اندر مندرجہ ذیل چیزیں مسنون ہیں، وضو کرنے والے کو ان کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ وضو کرنے میں پورا ثواب حاصل ہو:

(۱) وضو کرتے وقت نیت کرنا، اس لیے کہ حدیث شریف میں کسی بھی عمل کے وقت نیت کی بہت اہمیت بتائی گئی ہے، ارشاد ہے: "إنما الاعمال بالنیات" (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)، اسی حدیث کی وجہ سے کئی علماء کے نزدیک نیت فرائض میں شامل ہے، لیکن یہ خیال رہے کہ

نیت کا مطلب دل میں یہ ارادہ کرنا ہے کہ میں طہارت کے حصول یا رفع حدث کے لیے وضو کر رہا ہوں، زبان سے نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ہندیہ:۱/۸)

(۲) وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، یہ سنت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے ادا ہوجائے گی، طبرانی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہوئے ہیں، ان کو بھی پڑھا جاسکتا ہے: "یا اباھریرۃ إذا توضأت فقل بسم اللّٰہ و الحمدللّٰہ" (حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوہریرہ جب وضو کیا کرو تو کہو: بسم اللہ والحمدللہ، اس لیے کہ تمہاری حفاظت پر مامور فرشتے برابر تمہارے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ تمہیں اس وضو سے حدث لاحق ہوجائے۔
(طبرانی صغیر:۱/۳۱)

(۳) ابتداء میں تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھونا، اس لیے کہ مسند احمد اور نسائی میں حضرت اوس ثقفیؓ کی روایت ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور تین مرتبہ اپنی ہتھیلیاں دھوئیں۔

(۴) مسواک کرنا، اس لیے احادیث میں اس کی بہت تاکید اور فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ امت کو مشقت ہوجائے گی تو میں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (موطأ، حاکم، بیہقی)

اور حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسواک منہ کو صاف کردیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والی چیز ہے۔ (احمد، نسائی، ترمذی)

حضرت عائشہؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو نماز مسواک کرکے پڑھی جائے وہ بغیر

مسواک والی نماز سے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (احمد، حاکم)

(۵) تین مرتبہ کلی کرنا، چنانچہ ابو داؤد میں حضرت لقیط بن صبرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب وضو کرو تو کلی کرلیا کرو۔

(۶) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا، اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اپنی ناک میں پانی ڈالے پھر باہر کرے۔ (متفق علیہ)

(۷) داڑھی میں خلال کرنا، اس لیے کہ حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی میں خلال کیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ، ترمذی) اور داڑھی میں خلال کرنے کی مسنون صورت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو گلے کی طرف کرکے تر انگلیوں کو تھوڑی کے نیچے لے جاکر داڑھی کے درمیان سے اوپر کو نکال لیں، یہ طریقہ ابو داؤد میں حضرت انسؓ کی روایت میں صراحت سے آیا ہے۔ (شامی)

(۸) انگلیوں میں خلال کرنا، اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وضو کیا کرو تو اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کی انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ (ترمذی، ابن ماجہ) ہاتھ کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کے پشت پر رکھ کر تر انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال دی جائیں، جب کہ پیروں میں خلال کرنے کے لیے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی استعمال کی جائے اور بہتر یہ ہے کہ دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے خلال کی ابتداء کرکے بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کریں۔ (ہندیہ: ۱/۷)

(۹) اعضائے وضو کا تین تین بار دھونا، اس لیے کہ وضو اگرچہ ہر عضو کو ایک ایک یا دو دو بار دھونے سے بھی ہو جاتا ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زیادہ تر تین بار دھونے کا تھا، ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضاء کو تین تین بار اعضاء کو دھویا اور فرمایا: یہ میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء اکرام کے وضو کا طریقہ ہے، جو اس پر اضافہ کرے اس نے گناہ ظلم اور زیادتی کی، البتہ اگر کسی کو شک ہو جائے کہ کتنی مرتبہ دھویا ہے تو اطمنان قلب کے لیے زائد دھونے میں حرج نہیں ہے۔ (شامی)

(۱۰) پورے سر کا مسح کرنا، احناف کے نزدیک اگرچہ چوتھائی سر کا مسح کرنے سے مسح راس کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے، لیکن مسنون یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے چنانچہ بخاری مسلم میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا، اور اقبال و ادبار کیا، ابتدائی سر سے شروعات کی پھر گدی تک لے گئے، پھر جس جگہ سے شروع کیا تھا وہیں ہاتھ لوٹا لیے۔

(۱۱) کانوں کا مسح کرنا، سر کا مسح کرنے کے بعد الگ سے پانی لیے بغیر کانوں کا مسح کیا جاسکتا ہے، ابو داؤد میں اس کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نقل کیا گیا ہے: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اور کانوں کا مسح کیا، کان کے اندرونی حصہ کا شہادت کی انگلیوں سے اور ظاہری حصہ کا انگوٹھوں سے“۔

(۱۲) ترتیب وار وضو کرنا، خلاف ترتیب کیا تو سنت کے خلاف ہوگا۔

(۱۳) ایک عضو کے بعد دوسرے عضو کو فوراً دھونا، اگر اتنی تاخیر کردی جس سے پہلا عضو خشک ہو گیا تو خلاف سنت ہوگا۔ (شامی: ۱/۹۰)

(۱۴) حضرت عمر ابن الخطابؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا (ابو داؤد میں ہے کہ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: أَشْهَدُ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ یا اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنادے اور مجھے پاک رہنے والوں میں کردے)) تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ترمذی، ابو داؤد، کتاب الطھارۃ باب مایقول الرجل إذا توضأ)............

(باقی صفحہ ۱۵/پر)

# مادرِ رحم کی کرایہ داری

احسن عبدالحق ندوی

موجودہ دور میں سماجی سطح پر جو نئے مسائل ابھرے ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ رحم مادر کا اجرت پر حصول ہے، مغربی فحاشی، زنا بالرضا اور کثرت اسقاط کے نتیجے میں عورتیں تیزی سے اولاد کی پیداواری صلاحیت سے محروم ہورہی ہیں، اس کی ایک وجہ ہم جنس پرستی بھی ہے، اس میں دو مرد یا دو عورتیں باہم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوکر زندگی گزارتے ہیں، ایسے لوگ جو قدرتی یا اکتسابی طور پر اولاد سے محروم ہوں اور وہ اولاد چاہتے ہوں، ان کے لیے یہ طریقہ نکالا گیا کہ وہ پیداواری صلاحیت کی حامل کسی عورت کی خدمات حاصل کریں، مصنوعی طور پر اس کی بارآوری عمل میں آئے، وہ حمل اور وضع حمل کے مراحل سے گزرے، پھر جو بچہ اس کی کوکھ سے نکلے اسے وہ ان کے حوالے کردے۔

زمانۂ قدیم میں وہ جوڑے جو شوہر یا بیوی کے اعضاء تولید میں کسی نقص کی بنا پر اولاد سے محروم رہتے تھے، وہ خاندان یا اس سے باہر کے کسی بچے کو گود لے لیا کرتے تھے، لیکن ماضی قریب میں میڈیکل سائنس کی غیر معمولی ترقی کے نتیجے میں ایسے افراد میں بھی صاحب اولاد ہونے کی امید جاگی اور اس کے لیے نت نئے طریقے اختیار کیے گئے، ان میں سے اجرت پر رحم مادر کا حاصل کرنا ہے۔

## رحم مادر کی کرایہ داری کی دو صورتیں ہیں

پہلی صورت ہمدردانہ یا رضا کارانہ ہے، جس میں عورت اپنی خدمت کے لیے کوئی رقم نہیں لیتی، اور دوسری تجارتی ہے، جس میں وہ بھاری معاوضہ وصول کرتی ہے، بعض ممالک میں اس تکنک سے رضا کارانہ طور پر فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے، اس خدمت کا کوئی معاوضہ وصول کرنا ممنوع ہے، جبکہ بیش تر ممالک میں قانونی طور پر دونوں صورتوں کی اجازت ہے، مغرب میں اس چیز نے ایک نفع بخش کاروبار کی شکل اختیار کرلی ہے، جو عورتیں اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں وہ اس پر خطیر رقم طلب کرتی ہیں۔

## دوسری عورت کا رحم اجرت پر لینے کے اسباب

۱-اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ کسی مرض کی وجہ سے عورت کا رحم نکال دیا گیا ہو، مثلاً اس میں کینسر ہو یا اس سے مسلسل خون بہہ رہا ہو اور کسی طریقے سے وہ رک نہ رہا ہو وغیرہ۔

۲-عورت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو، جس کا اس کے جنین میں منتقل ہوجانے کا اندیشہ ہو، مثلاً ایڈز۔

۳-عورت کے رحم میں جنین کی پرورش وضع حمل تک صحیح طریقے سے نہ ہو پاتی ہو، جنین بار بار رحم میں مرجاتا ہو یا اس کا اسقاط ہوجاتا ہو۔

۴-عورت کی عمر زیادہ ہوگئی ہو، جس کی بنا پر اس کے رحم میں استقرار حمل ممکن نہ ہو۔

۵-اپنی جسمانی ساخت اور حسن کی حفاظت یا عیش وعشرت کے لیے بعض عورتیں حمل اور وضع حمل کے بکھیڑوں میں نہیں پڑنا چاہتیں، اس لیے وہ اس تکنیک سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔

۶-مغرب میں غیر شادی شدہ مرد یا عورتیں اس تکنیک کے ذریعہ بچہ حاصل کرتی ہیں۔

۷-ہم جنس پرست افراد بھی بچہ حاصل کرنے کے لیے اس تکنیک کو استعمال کرتے ہیں۔

## قائم مقام مادریت کی صورتیں

۱-شوہر نطفہ اور بیوی بیضہ فراہم کرسکتی ہو، لیکن بیوی رحم کے کسی مرض کی وجہ سے حاملہ نہیں ہوسکتی یا ہونا نہیں چاہتی، لہٰذا زوجین کسی دوسری عورت کے رحم کو کرایہ پر لے لیتے ہیں، ٹیسٹ ٹیوب میں دونوں کے مادوں کا ملاپ کرکے حاصل شدہ جنین کو اس عورت کے رحم میں منتقل کردیا جاتا ہے، اور ولادت کے بعد اس بچہ کو زوجین کے حوالہ کردیا جاتا ہے۔

۲-بیوی سے بیضہ بھی حاصل نہیں ہوسکتا، شادی شدہ جوڑا اولاد کے لیے کسی دوسری عورت کی خدمات حاصل کرتا ہے، تاکہ شوہر کا نطفہ اس (دوسری عورت) کے بیضہ سے مل کر بہ صورت جنین اس کے رحم میں پرورش پائے۔

۳-نہ نطفہ شوہر کا ہو نہ بیضہ بیوی کا، نطفہ کسی دوسرے مرد کا اور بیضہ کسی دوسری عورت کا حاصل کیا جائے، اور ان کی بارآوری کسی اور عورت کے رحم میں جسے کرایہ پر حاصل کیا گیا ہو، کی جائے۔

۴- بیضہ بیوی کا ہو لیکن نطفہ شوہر کا نہ ہو، اپنی پسند کا کسی کا نطفہ حاصل کر کے اور اسے بیضہ سے بارآور کرا کے استقرار حمل کسی دوسری عورت کے رحم میں کروایا جائے، یہ صورت اس وقت اختیار کی جاتی ہے جب شوہر نامرد ہو اور بیوی کا رحم استقرار حمل کے قابل نہ ہو، البتہ اس کا بیضہ صحیح سالم ہو۔

یہ سب صورتیں اختیار کرنا شرعی اعتبار سے ناجائز ہیں، اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات ملاحظہ ہوں۔

عائلی نظام سے متعلق اسلامی تعلیمات ملاحظہ ہوں:

۱- نکاح توالد وتناسل کا واحد جائز ذریعہ ہے۔ اسلام نے توالد وتناسل کو رشتۂ ازدواج سے منسلک کیا ہے، اس کے نزدیک نسل انسانی میں اضافہ کا فطری طریقہ یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان باہم نکاح ہو اور جائز وقانونی طریقہ سے ان کے درمیان جنسی تعلق قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ......﴾ (النساء: ١) ''اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں''۔

ناجائز جنسی تعلق کو اسلام میں سراسر حرام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيلاً﴾

''اور پاس نہ جاؤ زنا کے وہ ہے بے حیائی اور بری راہ۔''

۲- مرد کے نطفہ سے کسی غیر عورت کو بارآور نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی شریعت کی رو سے یہ قطعاً ناجائز ہے کہ کسی مرد کے نطفہ سے ایسی عورت کو بارآور کیا جائے جو اس سے رشتۂ ازدواج میں منسلک نہ ہو۔

آپ (ﷺ) کا ارشاد ہے: ''اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے روا نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سیراب کرے''۔ (ترمذی: ۱۱۳۱، ابوداؤد: ۲۱۵۸)

۳- شرم گاہ کی حفاظت۔ اسلام نے مرد وعورت دونوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ (نور: ۳۱) ''آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں''۔

شرم گاہوں کی حفاظت میں جہاں یہ بات شامل ہے کہ ماورائے نکاح کسی طرح کا جنسی تعلق قائم نہ کیا جائے، وہیں اس کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے کہ جنسی اعضاء سے کوئی ایسا کام نہ لیا جائے جو فطری طریقۂ تولید کے مغایر میں ہو، اسی بنا پر لواطت، استمناء بالید اور جنسی تسکین کے دیگر غیر فطری طریقوں کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ (ابن کثیر: ۱۲۹۱)

۴- نسب کی حفاظت ضروری ہے۔ اولاد کی خواہش انسان کی فطری خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاء وَالْبَنِينَ﴾ (آل عمران: ١٤) ''لوگوں کے لیے مرغوبات نفس، عورتیں، اولاد بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں''۔

اسلام نے نسب کی حفاظت پر بہت زور دیتا ہے، اس کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا باپ کہے، یا کوئی شخص کسی دوسرے کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دے۔ حدیث میں ایسا کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے:

''سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے''۔ (بخاری: ۳۵۰۹)

دوسری جگہ فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف کی اس نے کفر کیا''۔ (بخاری: ۳۵۰۸)

## رحم کی کرایہ داری — اسلام کا نقطۂ نظر

رحم کی کرایہ داری کی جو صورتیں رائج ہیں اور جن کا گزشتہ سطور میں تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں دینی اور شرعی اعتبار سے بڑے مفاسد پائے جاتے ہیں:

۱- قرآن میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، جو عورت اپنے رحم میں کسی غیر مرد کے بارآور نطفہ کی پرورش کرتی ہے وہ اس حکم کو پامال کرتی ہے۔

۲- اسلام نے توالد وتناسل کو نکاح کے ساتھ مشروع کیا ہے، اس تکنیک کے ذریعہ جو عورت اپنے رحم میں کسی مرد کے نطفہ کا استقرار

کرواتی ہے اس سے اس کا ازدواجی رشتہ نہیں ہوتا۔
۳-اسلام نے نسب کی حفاظت پر بہت زور دیا ہے، جبکہ اس تکنیک کو اختیار کرنے سے اختلاط نسب کا قوی شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔
۴-انسان کا جسم اور اس کے اعضاء اس کے پاس اللہ کی امانت ہیں، انہیں نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کرایہ پر اٹھایا جاسکتا ہے۔
۵-جو عورت اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں وہ اگر بے شوہر کی ہیں (غیر شادی شدہ یا مطلقہ یا بیوہ ہے) تو سماج میں اس پر بدکاری اور دیگر ناپسند دیدہ الزامات لگنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

ان مفاسد کی وجہ سے تمام علماء نے متفقہ طور پر قائم مقام مادریت کی مذکورہ بالا تمام صورتوں کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ موضوع بین الاقوامی فقہ اکیڈمیوں میں بھی زیر بحث رہا ہے اور ان میں بھی ان کی حرمت پر علماء کا اتفاق رہا ہے۔

### قائم مقام مادریت کی ایک جائز صورت

ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو بیویاں ہوں، ایک بیوی میں بیضہ تو بنتا ہو لیکن وہ رحم کے کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ اس میں حمل کا استقرار نہ ہو سکتا ہو تو اس کا بیضہ لے کر شوہر کے نطفہ سے اسے بارآور کیا جائے، پھر اس کی پرورش دوسری بیوی کے رحم میں ہو، اس صورت میں اختلاط نسب کا شبہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے یہ صورت جائز کے دائرہ میں آتی ہے جیسا کہ ہندوستانی فقہاء میں مولانا برہان الدین سنبھلی نے لکھا ہے: ''بیضہ جس عورت سے لیا گیا اگر وہ بھی بیوی ہو اس مرد کی جس کے نطفہ سے مخلوط کیا گیا ہے، اور پھر یہ مرکب جس عورت کے جسم میں داخل کیا گیا ہے وہ بھی اس مرد کی بیوی ہو تو جواز کا امکان ہے، ورنہ نہیں''۔ (موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل:۱۸۲)

اجرت پر رحم مادر کے حصول کا معاملہ موجودہ دور کے نئے مسائل میں سے ہے، اور یہ پوری دنیا میں بڑے پیمانے پر رواج پا رہا ہے، لیکن اس میں چونکہ اسلام کے عائلی نظام سے متعلق مفاسد پائے جاتے ہیں، اس لیے شرعی اعتبار سے اس کی کوئی صورت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

## بقیہ: وضو کے چند مسائل

### وضو کو توڑنے والی چیزیں

مندرجہ ذیل چیزوں میں سے کسی کے پیش آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

(۱) سبیلین سے نکلنے والی کوئی بھی چیز جیسے پیشاب، پاخانہ اور ہوا وغیرہ، اس لیے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ﴾ (یا تم مین سے کوئی پاخانہ سے آئے) اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مین سے کسی کو حدث لاحق ہو تو جب تک وضو نہ کرے اللہ اس کی نماز کو قبول نہیں کرتا۔ (متفق علیہ) (۲) ایسی نیند جس سے اعضاء مضمحل اور ڈھیلے ہو جائیں، (۳) جنون یا بے ہوشی سے عقل زائل ہو جانا، (۴) بدن کے کسی حصہ سے خون یا پیپ نکلنا، (۵) منہ بھر کر قے کرنا، اس لیے کہ حدیث شریف مین ہے کہ جس کو نماز مین قے ہو جائے یا نکسیر پھوٹ جائے تو وہ لوٹ جائے اور وضو کرے؛ (۶) رکوع سجدہ والی نماز میں قہقہہ لگانا؛ (۷) شرمگاہ کا بغیر کسی حائل کے شرمگاہ سے ملانا۔ (شامی:۱/۹۹-۱۰۹)

### میڈیکل جانچ کے لیے خون نکالنا

☆ اگر کسی غرض سے بدن سے خون نکلوایا تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر انجکشن لگوایا اور بدن سے خون نکل کر سوئی میں نہیں آیا، نہ بعد میں جسم مین ادھر ادھر بہا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا بصورت دیگر وضو ٹوٹ جائے گا۔ (شامی:۱/۱۰۳)

☆ اگر دانت یا منہ سے خون نکلا اور خون کی سرخی تھوک پر غالب آگئی، یعنی تھوک بالکل سرخ ہو گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر تھوک زرد ہو گیا لیکن سرخ نہیں ہوا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی:۱/۱۰۲)

☆ عوام میں شہرت ہے کہ وضو کرنے کے بعد اگر برہنہ ہو جائے یا اپنا ستر دیکھ لے تو وضو ٹوٹ جائے گا، تو خیال رہے کہ یہ دونوں چیزیں وضو توڑنے والی چیزوں میں شامل نہیں ہیں، اگرچہ بلاوجہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

☆ اسی طرح وضو کے بعد فحش گوئی کی باتیں نہیں کرنا چاہیے، لیکن ان سے بھی وضو ٹوٹتا نہیں ہے۔ واللہ اعلم

# اخبار و رسائل

## برائے دلچسپی یا برائے علم

جناب ابوماجد صاحب

عہد حاضر کی عنایات میں سے ایک عنایت اخبار بھی ہے، جس کی ابتداء سامراج کے وسائل کے طور ہوئی تھی، اور اس پر ہمیشہ سامراج کا انحصار رہا، اس کے ذریعہ سامراج کے احسانات وکمالات عوام سے تعلق اوران کے آرام وراحت کی فکر کا اظہار کیا جاتا رہا، حکومت وقت کے قوانین کی تشریح اوران کی افادیت کی تبلیغ، اس کے مسلک وسیاست کے مخالف لوگوں کی تشہیر اوران کے خلاف مواد کی فراہمی، اس کے خاص مقاصد رہے، بعد میں اخبار سیاسی اور مادی مقاصد کے حصول کا اہم ذریعہ بن گیا۔

مغربی سامراج نے اخبار کے ذریعہ کو بڑی حکمت عملی سے استعمال کیا، اوراس کی اہمیت اتنی بڑھائی کہ لوگ کتابوں سے زیادہ اخبار پر یقین کرنے لگے، اوراس کو عصری معلومات کا مؤثر اور قابل اعتماد ذریعہ سمجھنے لگے یا ذہنی دلچسپی کا وسیلہ سمجھنے لگے، اس طرح ذہن کی تشکیل میں اخبارات نے اہم رول ادا کیا، جلد ہی سرکاری گزٹ سے شروع ہوکر اخبار قوم کے ذہنی اور فکری رجحانات کی تعمیر اور خیالات وافکار کی تبدیلی کا مؤثر ذریعہ بن گیا، اخبارات کی مقبولیت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا، اوران میں ہر ذوق کی رعایت کی جانے لگی، مثلاً تجارت پیشہ لوگوں کے لیے بازار کے اتار چڑھاؤ کی تفصیلات، تبصرہ، نرخ، کھیل سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مختلف کھیلوں کی تفصیل، چاہے وہ اسی ملک سے متعلق ہوں یا دوسرے ملکوں سے، کھلاڑیوں کا تذکرہ، ان کی زندگی اور کارناموں کی جھلکیاں تفصیل سے دی جانے لگیں۔

قصہ کہانیوں کا ذوق رکھنے والوں کے لیے عام زندگی، یا تاریخ کے قصوں کا انتظام عوام کے مختلف ذوق ودلچسپی کے اعتبار سے بعض معروف اور معقول شخصیات کا تعارف اور ملاقاتوں کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا تاکہ عوام اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکیں۔

اس طرح اخبار قوم کے مختلف طبقات اور مختلف رجحانات کی عکاسی کرنے لگا، اور لوگ اس کو دلچسپی کے لیے یا معلومات کے لیے پڑھنے لگے، اوراس کو بے ضرر اور دل بہلانے والا رفیق تصور کرنے لگے، مسلسل کسی ایک اخبار کو پڑھنے سے اس سے ایسی ہی دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے کہ جیسے کسی دوست یا رفیق سے ہوتی ہے، اخبار کی بعض پالیسیوں سے اختلاف کے باوجود وہ اخبار چھوڑا نہیں جاتا، جیسے دوست کی بعض تکلیف دہ باتوں کے باوجود دوست کی جدائی گوارا نہیں ہوتی، بعض لوگ اخبار کسی اچھے ایڈیٹر کے ایڈیٹوریل کے لیے پڑھتے ہیں، ان کو اخبار سے دلچسپی کم ہوتی ہے، ایڈیٹر کے تبصرے سے دلچسپی زیادہ ہوتی ہے، بعض لوگ ایڈیٹر سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس کے ایڈیٹوریل کو ناپسند کرتے ہیں، مگر اخبار کی ترتیب معلومات پر مشتمل رپورٹوں اور تبصروں کے لیے پڑھتے ہیں، کچھ لوگ سنیما کے اشتہارات کے لیے اخبار پڑھتے ہیں جو لوگ ملازمت کی تلاش میں ہیں وہ اخبار صرف ملازمت کے اشتہار کے لیے پڑھتے ہیں ان کو نہ خبروں سے دلچسپی ہوتی ہے نہ تبصروں سے، کچھ اشتہارات کے لیے اخبار پڑھتے ہیں۔

غرض کہ اخبار سے بہت کم لوگ استغنا برتنے پر قادر ہوتے ہیں دلچسپی کے لیے اور ضرورت کے لیے اخبار ہر حلقہ میں پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس وقت مجموعی طور پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی چیز اخبار ہے اس لیے وہ علم وادب، فن وسیاست، تجارت، کھیل کود، سیاحت اور اخلاقیات پر مشتمل ہوتا ہے۔

اشتراکی ملکوں میں اخبار قوم کی ملکیت ہوتا ہے، اس لیے کہ اشتراکی تصور یہ ہے کہ حکومت کے افراد قوموں کے اتالیق ہیں اور قوم اپنے بھلے برے کی سمجھ نہیں رکھتی، اس لیے اسے وہی بات بتانی چاہئے جو اس کے حق میں اچھی ہو، اور قوم کے حق میں وہی بات

اچھی ہو سکتی ہے جو قوم کے رہنماؤں کے ذہن میں اچھی ہو اس لیے کسی اشتراکی ملک میں اخبار نویسی یا صحافت آزاد پیشہ نہیں ہے۔

شخصی حکومت میں اخبارات شاہی خاندان کے گرد گھومتے ہیں، آزاد ملکوں میں بعض اخبارات پر ان دولت مندوں کا قبضہ ہوتا ہے جو اس کا خرچ برداشت کرتے ہیں، یہ اخبارات ان سرمایہ داروں کے ذہن کی نمائندگی کرتے ہیں، کچھ اخبارات سیاسی پارٹیوں کے ہوتے ہیں وہ سیاسی نقطۂ نظر میں مخصوص پارٹی کے تابع ہوتے ہیں۔

بعض اخبارات اشخاص کے ہوتے ہیں، ان اخبارات میں کسی صاحب قلم یا کسی مفکر اور رہنما کے خیالات کی نمائندگی ہوتی ہے، بعض اخبارات محض تجارتی مقصد سے نکلتے ہیں، ان کو عوام کے جذبات کا خیال رہتا ہے، وہ سنسنی خیزی سے اپنے مقصد کو پورا کرتے رہتے ہیں۔

خیالات کی نمائندگی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ صرف ایڈیٹوریل میں ہو یا مضامین میں، بلکہ خبروں اور تبصروں کو اس ڈھنگ سے مرتب کیا جاتا ہے کہ ان کو پڑھنے والے ایک خاص تأثر لیں، ایک ہی خبر کو مختلف اخباروں میں پڑھنے سے مختلف تأثر قائم ہوتا ہے، مقصد سرخی سے، خبر میں حذف واضافہ سے، تقدیم وتاخیر سے، الفاظ کے استعمال سے اور خبر پر تبصرہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔

بعض مرتبہ اخبار نویس اپنی رائے اس طرح بیان کرتا ہے کہ بعض باخبر حلقوں کا خیال ہے، یہ باخبر حلقے چائے خانوں، قہوہ خانوں، سڑکوں اور گیلریوں میں ٹہلنے والے بھی ہو سکتے ہیں اور ایڈیٹر کی اپنی ذات گرامی بھی ہو سکتی ہے۔

بعض خبریں واقعات نہیں ہوتیں، بلکہ ایجنسیوں اور لیڈروں کے خیالات اور تمنائیں ہوتی ہیں، کبھی کبھی عوام کا تاثر قائم کرنے کے لیے یا تاثر معلوم کرنے کے لیے خبر اڑائی بھی جاتی ہے، بعد میں اس کی تردید یا نئی تشریح کر دی جاتی ہے، جس کا روزمرہ کی زندگی میں تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

غرض کہ اخبار متعدد خصوصیات کا حامل ہوتا ہے اور موجودہ عہد کی زندگی کا جزء بن گیا ہے، لیکن مذکورہ بالا رجحانات کی وجہ سے اتنا قابل اعتبار نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ اخبار میں کھیل کی خبریں، بازار کا بھاؤ، موت کی خبریں، سو فیصدی صحیح ہوتی ہیں، باقی ۵۰ فیصدی ۷۵ فیصدی صحیح ہوتی ہیں، ۲۵ فیصدی تحریر کرنے والے کا تاثر ہوتا ہے، بہر حال اخبار ایک ایسا دوست ہے جو نہ پوری طرح قابل اعتماد ہے نہ پوری طرح قابل بھروسہ۔

اخبار بینی کا شوق اور اس کی مقدار طبیعتوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اخبار پابندی سے دیکھنے سے چائے، قہوہ اور حقہ جیسی لت پیدا ہو جاتی ہے، صبح کو اخبار کے شوقین کو اگر اخبار نہ ملے تو اس وقت تک اس کی طبیعت مضمحل اور مضطرب رہتی ہے جب تک اخبار نہ مل جائے، بعض لوگ بستر ہی پر اخبار پڑھنا چاہتے ہیں، بعض لوگ ناشتہ سے قبل، ان کو اگر اخبار نہ ملے تو ناشتہ کی خواہش پیدا نہیں ہوتی، بعض لوگوں کے لیے اخبار استنجاء جانے کے لیے ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ اخبار استنجا خانہ میں پڑھتے ہیں، بعض ٹرین، بس یا سفر کی حالت میں، بعض ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد۔

مقدار اخبار بینی میں بھی اختلاف ہوتا ہے، بعض صرف سرخیاں پڑھتے ہیں بعض خبروں کو بھی تفصیل سے پڑھتے ہیں، بعض سرسری طور پر اخبار پڑھتے ہیں بعض کتاب یا دستاویز کی طرح بغور پڑھتے ہیں ایسے لوگوں کے ہاتھ میں جب اخبار جاتا ہے تو دوسرے اخبار کے شوقین حضرات کو کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑتا ہے، بعض لوگ کئی قسطوں میں اور بعض کئی بار اخبار پڑھتے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اخبار پڑھنے والا یہ پسند نہیں کرتا کہ اخبار کے مندرجات کسی دوسرے سے سنے، وہ خود پڑھ کر لطف لینا چاہتا ہے، مگر اخبار بیں کا یہ مرض ہوتا ہے، کہ اخبار پڑھتا جاتا ہے اور اخبار کے راز فاش کرتا جاتا ہے، اس پر اخبار کے شوقین کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔

ٹرین اور بس میں بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ اخبار خریدنے والے کو اخبار پڑھنے کا موقع نہیں ملتا، اس لیے اس کے ہاتھ میں اخبار دیکھ کر مختلف سمتوں سے اخبار کی مانگ شروع ہو جاتی ہے اور پھر اخبار گردش میں آجاتا ہے، اور اس وقت واپس ملتا ہے جب ٹرین منزل مقصود پر پہنچ رہی ہوتی ہے، اور اس کی ہر خبر پر تبصرہ ہو چکتا ہے اب وہ اخبار پڑھتا ہے مگر بدمزگی کے ساتھ۔

# علماء کی توہین سے بچیں

قال رسول اللہ ﷺ: "اتقوا زلة العالم ولا تقطعوه وانتظروا فيئته" (آپ ﷺ نے فرمایا: عالم کی لغزش سے بچو اور اس سے قطع تعلق مت کرو اور اس کے لوٹ آنے کا انتظار کرو)۔

اگر آپ کو یہ معلوم ہے کہ فلاں کام گناہ ہے اور آپ یہ دیکھ رہے ہوں کہ ایک عالم اس گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور اس غلطی کے اندر مبتلا ہے تو پہلا کام آپ یہ کرو کہ یہ ہرگز مت سوچو کہ اتنا بڑا عالم یہ گناہ کا کام کر رہا ہے تو میں بھی کر لوں، بلکہ آپ اس غلطی اور گناہ سے بچو اور اللہ سے اس کے حق میں دعا کرو، اس حدیث میں ان لوگوں کی اصلاح فرما دی جن لوگوں کو جب کسی گناہ سے روکا جاتا ہے اور منع کیا جاتا ہے کہ فلاں کام ناجائز اور گناہ ہے یہ کام مت کرو، تو وہ لوگ ماننے اور سننے کے بجائے فوراً مثالیں دینا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں عالم بھی تو یہ کام کرتے ہیں، فلاں مولانا یہ کام کرتے ہیں اگر ہم بھی کر لیں تو کیا ہو گیا۔

آپ ﷺ نے پہلے ہی قدم پر اس استدلال کی جڑ کاٹ دی کہ آپ اس عالم کی غلطی کی پیروی مت کرو بلکہ آپ اس کی اچھائی کی پیروی کرو، اگر وہ گناہ کے کام میں مبتلا ہے، تو آپ کے دل میں یہ جرأت نہ ہو کہ جب وہ عالم یہ کام کر رہا ہے تو ہم بھی یہ کام کریں، ذرا سوچو اگر وہ عالم العیاذ باللہ جہنم کے راستہ پر جا رہا ہے، تو پھر کیا آپ بھی اس کے پیچھے جہنم کے راستے پر جاؤ گے، اگر وہ آگ میں کود رہا ہے تو کیا آپ بھی اس کو دیکھ کر آگ میں کود جاؤ گے؟ ظاہر ہے کہ آپ ایسا ہرگز نہیں کرو گے کیوں کہ آگ میں کودنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے، جس طرح آپ اس سے بچ رہے ہو اسی طرح اس عالم کی غلطی پر اس کے بُرے فعل کی اتباع سے بھی بچو۔

اسی وجہ سے بعض عالموں نے فرمایا کہ وہ عالم جو سچا اور صحیح معنی میں عالم ہے تو اس کا فتوی اور اس کا بتایا ہوا مسئلہ بھی معتبر لیکن اس کے عمل کا معتبر ہونا ضروری نہیں مثلاً اگر وہ کوئی غلط کام کر رہا ہے تو آپ اس سے پوچھو یہ کام جائز ہے یا نہیں؟ تو وہ عالم یہی جواب دے گا کہ یہ کام ناجائز ہے اس لیے آپ اس کے بتائے ہوئے مسئلہ کی اتباع تو کرو لیکن اس کے غلط فعل کی اتباع مت کرو، یہ کہنا بالکل جائز نہیں کہ فلاں عالم تو یہ کرتے ہیں اور فلاں یہ یہ کرتے ہیں، اس لیے ہم بھی کر لیں تو کیا ہوا، اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اتنے بڑے بڑے مالدار لوگ کنویں میں کود رہے ہیں چلو ہم بھی کود جائیں، جس طرح یہ استدلال غلط اسی طرح وہ بھی غلط ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا عالم کی لغزش سے بچو یعنی اس کی لغزش کی اتباع نہ کرو۔

بعض حضرات دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ جب وہ کسی عالم کو کسی غلطی پر دیکھ کر اس سے قطع تعلق ہو جاتے ہیں اور اس سے بدگمان ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کو بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ مولوی تو ایسے ہوتے ہی ہیں اور پھر اکثر علماء کی توہین کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور یوں کہنے لگتے ہیں کہ آج کل کے علماء تو بس ایسے ہی ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ نے اس کی بھی تردید فرما دی کہ اگر کوئی عالم گناہ کا کام کر رہا ہے تو اس کی وجہ سے اس سے تعلق مت توڑو۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ بھی تو آپ ہی کی طرح انسان ہے، جو گوشت پوست اور جو دل تمہارے اندر موجود ہے وہ اس کے پاس بھی موجود ہے، وہ عالم کوئی آسمان سے اترا ہوا فرشتہ تو نہیں، جو جذبات تمہارے دل میں آتے ہیں وہ جذبات اس کے دل میں بھی آتے ہوں گے، جس طرح شیطان تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے اس کے پیچھے بھی لگا ہوا ہے بلکہ اس عالم کے پیچھے زیادہ لگا رہتا ہے کہ کس طرح اس سے گناہ صادر ہو جائے۔

لہٰذا اس کے گناہ کرنے کی وجہ سے اس عالم سے برگشتہ ہو جانا اور اس سے بدظن ہو جانا صحیح نہیں ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے تعلق مت توڑو بلکہ اس کے واپس آنے کا انتظار کرو۔ اس لیے کہ اس کے پاس صحیح علم موجود ہے اور اللہ سے اس کے حق میں دعا کرو کہ اللہ اس کو صحیح راہ پر لے آئے۔

ہم کو عالموں سے تعلق قائم رکھنا ہے، ان سے دور نہیں جانا ہے اس لیے کہ ان کو دیکھنا بھی ثواب ہے، جس طرح چرواہا بکریوں سے الگ ہو جاتا ہے، یہ بکریاں الگ ہو جاتی ہیں تو شیر ان کو کھا جاتا ہے اگر ہم ان عالموں سے الگ ہو جائیں گے تو شیطان ہم کو اچک لے گا اور ہم جہنم کے کنارے پر چلے جائیں گے، اس لیے ہم علماء کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔

# مصر

## اسلامیت اور مغربیت کا تصادم

محمد نفیس خاں ندوی

انیسویں صدی کے اوائل میں جب مصر فرانسیسیوں کی غلامی سے آزاد ہوا تو اس آزادی کے ساتھ ہی وہاں ایک کشمکش کا آغاز بھی ہوا، یہ کشمکش تھی اسلامیت اور مغربیت کی، جو کہ فکری، ثقافتی، تہذیبی اور اجتماعی سبھی میدانوں میں یکساں جاری تھی، اس کشمکش میں مصر نے کمزوری دکھائی جس کے نتیجہ میں وہ اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے محروم ہوا اور مغرب کے ایک شاگرد اور اس کے خوشہ چیں کی حیثیت سے باقی رہنے پر مجبور ہوا۔

مصر کو اس کی فکری وثقافتی غلامی سے آزاد کرانے کی جتنی کوششیں ہوئیں ان میں نمایاں ترین نام اخوان المسلمین کی تحریک کا بھی ہے، یہ تحریک 1923ء میں قائم ہوئی جس کے روح رواں شیخ حسن البنا شہیدؒ تھے، اس تحریک کا مقصد اسلام کے بنیادی عقائد کا احیاء اور ان کا نفاذ تھا، اس نے شروع سے ہی جمہوریت کی بحالی اور اسلام کے حقیقی انقلاب کے لیے کوششیں کی، جس کی وجہ سے ہمیشہ اسے شہادتیں اور قربانیاں پیش کرنی پڑیں۔

1952ء میں مصر میں فوجی انقلاب برپا ہوا تو اخوان اس کے حامی تھے لیکن ساتھ ہی ''عرب قوم پرستی'' کے خلاف انھوں نے سخت موقف اختیار کیا اور اسلامی بھائی چارہ کا نعرہ بلند کیا جس کے نتیجہ میں اخوان کے بہت سے افراد کو جیلوں میں بند کردیا گیا اور سید قطبؒ جیسی شخصیت کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

اخوان المسلمین آزمائشوں اور سختیوں سے دوچار ہونے کے باوجود مصری عوام کی دینی وفکری رہنمائی میں یکسو رہی، جس سے نہ صرف مصر کا ماحول بدلنا شروع ہوا بلکہ حکومت کی تبدیلی کی بھی آوازیں اٹھنے لگیں، اور ان آوازوں نے ایک انقلاب کی شکل اختیار کرلی جس کے تیز وتند بہاؤ میں حسنی مبارک کا تیس سال پرانا سامراج بھی بہہ گیا۔

حسنی مبارک کے زوال مغربیت کا سامراج دہل اٹھا اور اس کے مفادات پر کاری ضرب لگی، جون 2012ء میں جمہوری انتخابات ہوئے، ان انتخابات میں مغربی اور صہیونی طاقتوں نے بھرپور دلچسپی لی، اور اسلام پسندوں کو شکست دینے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کرڈالے، لیکن مصری عوام کے تاریخ ساز فیصلے سے اخوان کو کامیابی ملی اور محمد مرسی مصر کے صدر کے طور پر سامنے آئے۔ لیکن ان طاقتوں نے جلد ہی مصر کی معیشت کا پہیا جام کردیا، عوام سڑکوں پر اتر آئے، اور فوج کو کارروائی کا موقع مل گیا، بالآخر مرسی کے حامیوں اور پھر خود مرسی کو گرفتار کرلیا گیا، اور اخوانی حکومت کی بساط الٹ دی گئی۔

مرسی حکومت کی برطرفی کے بعد سے یہ ملک خانی جنگی کی بھینٹ چڑھ گیا، اخوان حامیوں کی گرفتاریاں اور ان پر ظلم وستم کا سلسلہ شروع ہوگیا، عوام نے سڑکیں جام کیں، جس پر فوج نے طاقت کا استعمال کیا، اور پورا ملک خون کی چادر میں لپٹ گیا، اور چلتی پھرتی زندگی آہوں اور سسکیوں میں گھُٹ گئی۔ قیام جمہوریت کے نام پر خود جمہور کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی۔

مصر کی صورتحال کا تجزیہ بتلاتا ہے کہ یہ سیاسی کش مکش اخوان اور فوج کے مابین نہیں ہے بلکہ یہ اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش ہے جو گزشتہ دو دہائیوں سے عروج پر ہے، جس کا مقصد اسلام پسند جماعتوں کو برسر اقتدار آنے سے روکنا ہے، اور اسی کش مکش کا نتیجہ ہے کہ اخوان کے مرشد عام ڈاکٹر محمد بدیع سمیت 1211 اخوان حامیوں کو بھی گرفتار کرلیا گیا، ان پر بدامنی کا مقدمہ چلایا گیا، اور محض دو پیشی میں 529 افراد کو موت کی سزا سنادی گئی، اور بقیہ کے خلاف کارروائی شروع کردی گئی۔

اخوانیوں کے خلاف یہ عدالتی کارروائی یک طرفہ کارروائی تھی اور دنیا کے کسی بھی قانون کے تحت مبنی برانصاف نہ تھی، کسی ملک کا قانون یہ نہیں کہتا کہ عدالتی فیصلہ سے قبل ملزم پر تشدد کیا جائے، اور عدالت میں انھیں اپنی صفائی اور بے گناہی کو ثابت کرنے کا ایک بھی موقع نہ دیا جائے۔ جبکہ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ پرامن احتجاج میں شریک تھے، وہ بھی اس حکومت کے خلاف جو کہ غیر قانونی طور پر اقتدار پر قابض ہوئی ہے اور جس نے فوجی طاقت کے ذریعہ عوام کی منتخب جماعت کو معطل کردیا ہے۔

مصر کی صورتحال نہایت سنگین ہے، اور مستقبل قریب میں حالات کے پرامن ہونے کے آثار نہیں، لیکن اخوان کی ثابت قدمی اور ان کی قربانیاں بہت جلد رنگ لائیں گی لیکن تب تک مغربی طاقتیں اپنا بہت کچھ مفاد پورا کرچکی ہوں گی۔ اور مسلمانوں کی بہت سی توانائیاں ضائع ہوچکی ہوں گی!!

# اللہ کے لیے

ابوالعباس خاں

وہ تینوں دوست کسی منزل کی طرف رواں تھے، راستہ پیچیدہ اور سفر لمبا تھا، جنگل میں چلتے چلتے رات ہوگئی، رکنے کی کوئی مناسب جگہ نہ مل سکی، آخر ایک غار نظر آیا، تینوں اس غار میں جا پہنچے، اور اطمنان کی سانس لی کہ اب رات سکون سے کٹ جائے گی، لیکن خدا کی مرضی رات چٹان کھسکی اور آکر اس غار کے منہ پر گرگئی، باہر نکلنے کا راستہ بند ہوگیا، ان تینوں نے سارے جتن کرڈالے لیکن وہ چٹان ٹس سے مس نہ ہوسکی، آخر کار تھک ہار کر بیٹھ گئے، ان کی نگاہوں کے سامنا اندھیرا ہی اندھیرا تھا، اور اس اندھیرے میں موت کا شکنجہ کستا محسوس ہورہا تھا، لیکن جب سارے راستے مسدود ہوجاتے ہیں، اور انسان ہر در سے مایوس ہوجاتا ہے تو صرف خدا کا سہارا ہی دستگیری کرتا ہے۔

تینوں نے طے کیا کہ ہم اپنے اس عمل کے حوالہ سے دعا کریں جو ہم نے صرف اللہ کے لیے کیا ہو:

ایک نے کہا: اے خدا! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میں روز رات میں پہلے انھیں دودھ دیتا اس کے بعد اپنے بچوں کو، اتفاق کی بات اُس دن جانور کے چارہ کی تلاش میں بڑی دور تک نکل گیا، واپس آیا تو ماں باپ سو چکے تھے، میں دودھ کا پیالہ لے کر ان کے پاس گیا، لیکن نیند سے جگانا مناسب نہیں لگا، رات بھر پیالہ لیے کھڑا رہا، صبح ہوئی، ان کی آنکھیں کھلیں تو میں نے انھیں دودھ پیش کیا، پوری رات میرے بچے بھوک میں بلکتے رہے لیکن میں نے اپنے ماں باپ سے پہلے انھیں دودھ دینا مناسب نہیں سمجھا۔

اے خدا! یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا، پس اگر میں اپنے کام میں مخلص تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرمادے۔ خدا کا حکم، چٹان تھوڑی کھسک گئی۔

دوسرے نے کہا کہ اے رب العزت! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی، جس پر میں سو جان سے فدا تھا، اسے پانے کی میں نے ہر ممکن کوشش کی لیکن میں کامیاب نہ ہوسکا، ایک مرتبہ علاقہ میں سوکھا پڑا، لوگ دانہ دانہ کو محتاج ہوگئے، وہ پریشان حال میرے پاس آئی اور اس نے کچھ روپیوں کا مطالبہ کیا، میں نے اس شرط پر اسے رقم دی کہ وہ خود کو میرے سپرد کردے، اس کی مجبوری نے اس سے ہاں کروادی، میں نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا، وہ رونے لگی اور لجاجت سے کہنے لگی کہ یہ حرام کام نہ کرو، میری عزت کو پاش پاش نہ کرو۔ اس کی باتیں سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ رقم بھی اسے دیدی۔

اے خدائے کریم! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے حصول میں کیا تھا، پس اگر میں مخلص تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرمادے۔ اللہ کے حکم سے چٹان اور کھسک گئی لیکن ابھی باہر نکلنا ممکن نہ تھا۔

تیسرے نے کہا کہ اے پروردگار! میں نے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا، کام ختم ہونے پر سب نے اپنی مزدوری لے لی، لیکن ایک شخص مزدوری لیے بغیر ہی چلا گیا، میں نے اس کی اجرت امانت سمجھ کر تجارت میں لگادی، تجارت خوب پھلا پھولا، ایک دن اچانک وہ شخص آپہنچا، اور کہنے لگا کہ میری اجرت جو رہ گئی تھی مجھ کو دے دو، میں نے کہا کہ یہ چوپائے، اونٹ، گھوڑے، گائے بکری اور یہ غلام جو کچھ تم دیکھ رہے ہو سب تمہارا ہے، اسے لگا کہ میں مذاق کررہا ہوں لیکن تفصیل بتانے پر جب اسے یقین ہوا تو اس نے وہ ساری دولت سمیٹی اور اپنے راستہ کو ہولیا۔

اے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری خوشی کے لیے کیا تھا تو ہم سے مصیبت کو دور فرمادے۔ خدا نے اس کی دعا قبول کی اور چٹان پوری طرح کھسک گئی، وہ تینوں سلامتی کے ساتھ باہر آئے، خدا کا شکر ادا کیا اور اپنی منزل کی طرف چل دیے۔

☆☆☆

آج مسلمان پریشان حال ہے، وہ دعائیں کرتا ہے، دُہائیاں دیتا ہے، اپنی قسمت پر روتا ہے، خود کو لاچار، بے بس اور مظلوم سمجھتا ہے لیکن کبھی غور کر کے نہیں دیکھتا کہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک بھی کام ایسا نہیں جو صرف خدا کے لیے ہو۔

آج کتنے مسلمان ہیں جو خود اپنے آپ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے کوئی کام صرف اللہ کے لیے کیا ہے؟!

# افادات

## حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ

(پیدائش ۸۰ھ بمقام کوفہ - وفات ۱۵۰ھ بمقام بغداد)

''وہ شخص محروم ہے جس کو امام ابوحنیفہ کے علم سے حصہ نہیں ملا''۔ (حضرت عبداللہ بن مبارکؒ - امیر المؤمنین فی الحدیث)

☆مسلمان کو نماز کی تیاری اذان کی آواز سنتے ہی شروع کردینا چاہیے۔

☆موت کی یاددہانی کے لیے گاہے بگاہے قبرستان جانا مفید ہے۔

☆دل کی سختی سے حفاظت کے لیے لغویات سے پرہیز ضروری ہے

☆اگر کوئی شخص صاحب بدعت ہے اور اس کا داعی بھی ہے، تو ایک واقف کار شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ کھلم کھلا اس کی مخالفت کرکے لوگوں کو اس کی تقلید سے باز رکھے۔

☆ کام وہی کرنا چاہیے جو انسان کے لائق کا ہو۔

☆حصول مال سے پہلے حصول علم ضروری ہے، تاکہ جائز وناجائز ذرائع کا علم ہوسکے۔

☆اس شخص سے بڑھ کر کوئی وقت کا غلط استعمال کرنے والا نہیں ہوسکتا جو علم بھی حاصل کرے لیکن اپنے حاصل کیے ہوئے علم سے خود ہی فائدہ نہ اٹھاسکے۔

☆ دنیا طلبی کے حصول کی خاطر جو شخص علم کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ علم پائیدار ثابت نہیں ہوتا۔

☆اصل عیش کی زندگی وہ ہے جس میں امن وسکون کے ساتھ انسان کو اس کی غذا اور بقدر ضرورت تن چھپانے کے لیے اس کو کپڑا میسر ہوسکے۔

☆علماء کا فرض منصبی یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ ان کو علم وفضل عطا فرمایا ہے اس کو وہ لوگوں تک بلاتفریق خواص وعوام پہنچادیں۔

☆انسان اپنا جو معاملہ اپنے رب کے ساتھ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ تنہائی میں بھی اس کا پاس ولحاظ رکھے۔

☆اگر کوئی وقت سے پہلے ہی عہدہ طلبی کی اشتہاء کرتا ہے تو اس کو ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

☆امراء، رؤساء کی مجالس میں جانے سے ایک صاحب علم کو احتراز برتنا چاہیے تاکہ وہ اس کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔

☆اصحاب ثروت سے معاملہ ایسا ہی ہونا چاہیے جیسے آگ سے کہ اس سے انسان فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور دور بھی رہتا ہے۔

☆لوگوں کے اشکالات پر جواب بقدر ضرورت ہی دینا چاہیے، بسا اوقات زیادہ جواب دینا بھی نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔

☆ایک صاحب علم کو ہر کس وناکس کے سامنے دنیوی امور پر گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے، کہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کو مال سے محبت ہے۔

☆عمدہ قسم کے لباس وغیرہ زیب تن کرنے سے عموماً انسان تکبر میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

☆انسان کو عقد نکاح اس وقت تک نہیں کرنا چاہیے جب تک اس کو یہ یقین نہ ہوجائے کہ وہ اپنی اور اپنی اہلیہ کی تمام ضروریات کو پورا کرنے پر قادر ہے۔

☆حصول علم کے وقت انسان کو دوسرے کاموں سے اپنے دل کو فارغ کردینا چاہیے۔

☆حق بیانی کی خاطر کسی بھی صاحب عز وجاہ کی پرواہ کرنا مومن کی شان کے خلاف ہے۔

☆ہر متعارف شخص پر اعتبار کرنے میں اس وقت تک جلدی نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ اس کو آزمانہ لے۔

☆علم دین کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے والا اپنے ظاہر وباطن کو اس کے مطابق ڈھال لے۔

انتخاب:- محمد ارمغان بدایونی ندوی

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
# Payam-e-Arafat
Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

Volume:06

April 2014

Issue:04


# صفا انٹرنیشنل اسکول

اپنے طرز کا منفرد اسلامک انگلش میڈیم اسکول

داخلہ جاری ہے

داخلہ جاری ہے

## صفا کی چند اہم خصوصیات

**پلے ھاؤس تا کلاس III**

☆ عصری تعلیم دینی ماحول میں ☆ عربی زبان کی تعلیم

☆ اسلامی تعلیم انگریزی زبان میں ☆ بچے اور بچیوں کے لیے الگ درجات کا انتظام کلاس IV سے

☆ قرآنی تعلیم مع تجوید وقواعد ☆ اسکول کی طرف سے ٹرانسپورٹ (گاڑی) کی سہولت

**رابطہ کریں:-**

پتہ: 104H، کرایہ روڈ (پارک سرکس) کولکاتا-۷۰۰۰۱۷

**آفس کے اوقات:**

Time: 10am to 5pm

**E-Mail:** safainternationalschool@yahoo.com | **فون نمبر:-** 03365020238



## DECLARATION OF OWNERSHIP AND OTHER DETAILS (FORM 4 RULE 8)

| | | | |
|---|---|---|---|
| Name of Paper: | Payam-e-Arafat | Address: | Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 |
| Place of Publication: | Raebareli | Printer/Publisher: | Mohammad Hasan Nadwi |
| Periodicity of Publication: | Monthly | Nationality: | Indian |
| Chief Editor: | Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi | Address: | Maidanpur, Post. Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) India |
| Nationality: | Indian | Ownership: | Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi |

I, Mohammad Hasan Nadwi, printer/publisher declare that the above information is correct to the best of my knowledge and belief.
(March 2014)

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi

**MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI**

E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9918385097, 9918818558

Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.

Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)